رِوایات کا قرآن

(پہلی قسط)

علامہ السید السبقی (مصری)

ترجمہ۔ سید نصیر شاہ صاحب (میانوالی)

خدائے قدوس کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔

اے رسول! جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو فریضۂ رسالت ادا نہ کیا۔

یہ اس کتاب کی آیت مقدسہ ہے جس کا ایک ایک حرف منجانب اللہ ہے اور اگر کوئی محروم القسمت انسان یہ کہہ دے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے اللہ کے اس ارشاد گرامی پر عمل نہیں کیا تو کون ہے جو اس کے کفر میں شک کر سکے! حضور سرور کائنات صلعم قیامت تک کے لئے رسول ہیں ان کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں آسکتا جس پر آفتاب درخشاں کی پاکیزہ کرنوں کے ساتھ خدائے قدوس کی وحی نازل ہو اور پھر تاجدار مدینہ کوئی ایسے نبی نہیں تھے کہ ان کی نبوت دریاؤں اور پہاڑوں کے بے معنی خطوط میں محصور ہو۔ وہ کسی خاص وطن کے لئے اور کسی خاص قوم کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ وہ نہ بنی اسرائیل کی گم گشتہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے آئے تھے اور نہ ان کی زبان صداقت ترجمان یہ اعلان کرتی تھی کہ "میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالوں گا" ریگزار عرب کے اس دُرّ یتیم کے لبہائے لعلیں پر تو یہ مقدس فقرہ تھرکتا تھا کہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝

اے افراد نسل انسانی! میں تم تمام کیطرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پھر تبلیغ رسالت کا اہم فریضہ ایسا نہ تھا کہ قرآن چند صحابہؓ کو یاد کرا دیا جاتا اور سبکدوشی حاصل ہو جاتی بلکہ یہ فریضہ تو اس امر عظیم کا متقاضی تھا کہ اس کتاب ہدایت کو محفوظ و مصئون شکل میں نسل انسانی کے حوالہ کیا جاتا تاکہ وفات کے ساتھ حضورؐ کی رسالت

منقطع نہ ہوا اور روشنی کا یہ عظیم الشان مینار کارگاہِ حیات کی اندھیری پگڈنڈیوں پر اپنا نور بکھیرتا رہے اور یہ جبھی ہو سکتا تھا کہ آپ قرآن کو کتابی شکل میں امت کے حوالے کرتے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس موضوع پر ہم نے پچھلے باب میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے[1] اور اپنے اس دعویٰ کو قرآن کی آیاتِ بینات اور قرآن سے مطابقت کرنے والی تاریخی روایات سے سچا ثابت کر دیا ہے۔ متذکرہ مضمون کے آخر میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ روایات کو سامنے رکھ کر قرآن کے متعلق جو تصور پیدا ہوتا ہے ہم اسے "روایات کا قرآن" کے عنوان میں بیان کریں گے۔ پس یہ باب اسی وعدہ کے ایفاء پر محمول کیجئے۔ اور دیکھئے کہ "ہمارا قرآن" کیسا ہے اور "روایات کا قرآن" کس طرح کا ہے؟ اس سلسلہ میں ہم مختلف عنوانات کے تحت روایات یکجا کریں گے۔ اور پھر ان پر تنقید بھی کرتے جائیں گے تاکہ کہیں کوئی سادہ لوح بھائی انہی روایات کو حقیقی تاریخ سمجھ کر قرآن سے بدگمان نہ ہو بیٹھے۔ یہ امر بظاہر بڑا تعجب انگیز نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کی کتبِ روایات اسلام کی بنیادی کتاب، قرآن حکیم کو کیونکر غلط رنگ میں پیش کریں گی مگر بہرحال یہ حقیقت ہے۔ ایسا کچھ کیوں ہوا؟ یہ میرا موضوع نہیں۔ "ایسا ہوا ہے" میں یہی دکھانا چاہتا ہوں۔ میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں اور فرطِ ندامت سے میری پیشانی عرق آلود ہو رہی ہے۔ میرا سر جھک گیا ہے اور میرا قلم ہوا کی زد میں آئے ہوئے چراغ کی لَو کی طرح انگلیوں کی گرفت میں لرز رہا ہے۔

اب آئیے۔ "روایات کا قرآن"[2] دیکھئے اور پھر سوچئے کہ یہ روایات معاندینِ اسلام کو کیسا زہریلا مواد فراہم کر رہی ہیں۔ یہاں آپ دیکھیں گے کہ جو امور ہم نے قرآن حکیم سے ثابت کئے تھے اور جن حقائق کا غیر مسلم محققین بھی اعتراف کر چکے ہیں۔ ہماری روایات ان کی حرفاً حرفاً تردید کرتی ہیں۔

عہدِ رسالت میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا (معاذ اللہ)

ہم نے قرآن حکیم اور اس کی مطابقت کرنے والی روایات سے ثابت کیا تھا کہ قرآن عہدِ رسالت میں کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا تھا اور اس کے مصاحف تقریباً ہر گھر میں موجود تھے لیکن "روایات کا قرآن" عہدِ رسالت میں جمع نہیں ہوا تھا۔ الدیر عاقولی لکھتے ہیں۔

"ابراہیم بن بشار، سفیان بن عُیَینَہ، زہری اور عبید کے واسطوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت فرماتے تھے نبی صلعم اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ اور اس وقت تک قرآن کسی چیز میں جمع نہیں ہوا تھا"۔ (کتاب الفوائد۔ الاتقان ج اول۔ فتح الباری)

خطابی کا عذر جیسا کہ ہم مضمون کی ابتداء میں لکھ چکے ہیں بحکم "بلغ ما انزل الیک" حضور سرورِ کائنات پر یہ فریضہ عائد ہوتا تھا

---

[1] یہ مضمون طلوعِ اسلام بابت اپریل ۱۹۶۲ء شائع ہو چکا ہے۔

[2] بخوفِ طوالت عربی عبارات حذف کر دی گئی ہیں۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حوالجات موجود ہیں جسے تصدیق کی ضرورت ہو اصل کتاب دیکھ لے (مترجم)۔

کہ قرآن کتابی شکل میں امت کے حوالے کر جاتے۔ مگر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضورؐ نے قرآن جمع نہیں کرایا اور فریضۂ رسالت ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ آخر ایسا کیوں ہوا۔ اس کا جواب: بھی ظرافتگی کا دلچسپ نمونہ ہے خطابی کہتا ہے۔

"رسولِ خدا صلعم نے قرآن کو مصحف میں اس لئے جمع نہیں کرایا کہ آپ کو اس کے بعض احکام یا تلاوت میں نسخ کرنے والے احکام کا انتظار رہتا۔ مگر جب آپ وفات پا گئے تو اللہ نے خلفائے راشدینؓ کے دل میں یہ خواہش ڈالی" (الاتقان ج اول)۔

یک نہ شد دو شد

لہٰذا یہ عذر دوبارہ غور سے پڑھیئے۔ کہنے والے نے کہا ہے کہ بعض احکام یا تلاوت میں منسوخ ہو جاتے تھے اور ان کا حکم باقی رہتا تھا اور یا پھر حکم بھی منسوخ[1] ہو جاتے تھے۔ اس لئے حضورؐ کو انتظار رہا کہ وہی چیز کتابی شکل میں امت کے حوالے کریں جو بعد میں منسوخ نہ ہو۔ کچھ سمجھے آپ! آپ کو تو یہ اعتراض تھا کہ قرآن حضورؐ کے عہد میں جمع کیوں نہیں کیا گیا؟ خطابی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات ایسی بھی تھیں جو تلاوت میں منسوخ ہو گئیں یعنی وہ موجودہ قرآن میں نہیں ہیں مگر ان کا حکم باقی ہے اور کچھ آیتیں ایسی تھیں جن کا حکم بھی باقی نہیں اور قرآن میں ان کا وجود بھی نہیں۔ یعنی معاذ اللہ قرآن میں کمی ہو گئی ہے۔ اور اس کی بعض آیات خارج کر دی گئی ہیں[2]۔

بخاری شریف کی روایات جمع قرآن

اب حدیث کی اس معروف کتاب کی روایات دیکھیئے جسے کتاب اللہ کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب مانا گیا ہے اس سے بھی آپ کو یہی معلوم ہو گا کہ قرآن عہدِ رسالت میں جمع نہیں ہوا تھا۔

"ہمیں موسیٰ بن اسمٰعیل، ابراہیم بن سعد، شہاب زہری اور عبید بن السباق کے واسطوں سے زید بن ثابتؓ کی یہ روایت معلوم ہوئی ہے وہ فرماتے تھے کہ جنگ یمامہ کے بعد ابوبکرؓ نے مجھے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ میں وہاں پہنچا تو عمرؓ بن الخطاب بھی ان کے پاس تھے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں حفاظِ قرآن بہت قتل ہوئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر حفاظ اسی طرح قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ قرآن جمع کر ڈالیں۔ میں نے کہا عمرؓ! تم ایسا کام کس طرح کرو گے جو رسولِ خدا صلعم نے نہیں کیا" عمرؓ نے کہا، بخدا یہ کارِ خیر ہے۔ چنانچہ عمرؓ بار بار میرے پاس آتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے میری شرح صدر کر دی اور میں نے بھی ان کے قول کو

---

[1] ناسخ منسوخ کے مسئلہ پر آگے چل کر بحث کی جائے گی۔ (سیفی)

[2] تفصیل آگے آ رہی ہے۔ (سیفی)

عجائب ومناسب خیال کیا" زیدؓ کہتے ہیں پھر ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا۔ تم ایک جوان آدمی ہو۔ عاقل ہو تم پر ہم کسی قسم کی تہمت نہیں پاتے۔ تم رسولِ خدا صلعم کے کاتب وحی بھی رہے ہو تو قرآن کو تلاش کرو اور اسے جمع کرو۔" زید کہتے ہیں کہ واللہ اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لے جانے کا حکم دیتے تو بھی مجھ پر اتنا گراں نہ گزرتا جتنا یہ کام مجھ پر گراں گزرا۔ میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے کہا کہ آپ حضرات ایسا کام کرتے ہیں جو رسولِ خدا صلعم نے نہیں کیا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ کارِ خیر ہے۔ پھر ابوبکرؓ مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اس کام کے لئے میرا سینہ کھل گیا جس طرح ابوبکرؓ و عمرؓ کا سینہ کھلا تھا تو میں قرآن کے حصے ڈھونڈنے لگا اور جمع کرنے لگا۔ لکڑی کے ٹکڑوں۔ ٹھیکریوں اور لوگوں کے سینوں سے۔ حتیٰ کہ سورہ توبہ کا آخر مجھے ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس نہ ملا۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۔ خاتمہ سورۂ توبہ تک۔ یہ جمع کردہ صحیفے حضرت ابوبکرؓ کی زندگی تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان کی زندگی تک ان کے پاس رہے۔ پھر ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے پاس رہے" (بخاری شریف باب جمع القرآن)

بالکل اسی طرح کی روایت امام بخاری کتاب التفسیر میں بھی لائے ہیں۔ اس کا متن دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس روایت میں چونکہ متابعتوں کا ذکر کیا گیا ہے اسلئے ہم انہی کی تصریح کرتے ہیں مگر سب سے پہلے متابعت کی تعریف لکھتے ہیں تاکہ جو لوگ فنِ حدیث کی اصطلاحات سے واقف نہیں ان کے لئے بات مبہم نہ رہ جائے۔

متابعت کی تعریف

کسی حدیث کی روایت ایک راوی کر رہا ہے۔ دوسرا بھی اگر ویسی ہی روایت کرتا ہے تو اس کو متابعت کہتے ہیں۔ اور یہ متابعت پہلی روایت کو تقویت دیتی ہے۔ بشرطیکہ دوسرا راوی پہلے راوی سے ضعیف نہ ہو۔ نیز متابعت اسی صورت میں روایت کو تقویت دیتی ہے۔ جب وہ شخص ثقہ اور قابلِ استناد ہو۔ جس سے دونوں راوی روایت کرتے ہیں اگر وہ بھی ضعیف ہو تو پھر ایک دو نہیں پچاس ساٹھ متابعتیں بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔

امام بخاریؒ کی متابعات

کتاب التفسیر والی روایت بالکل جمع القرآن والی روایت کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہاں یہ کہا گیا تھا کہ سورۂ توبہ کا آخر ابو خزیمہ انصاری کے پاس ملا۔ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیات خزیمہ انصاری کے پاس ملی تھیں۔ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر اور لیث نے کی ہے۔ جسے یہ علی الترتیب یونس اور ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں۔ لیث نے باب جمع القرآن والی روایت میں بھی متابعت کی ہے اور وہاں ابو خزیمہ انصاری کہا ہے۔ تیسری متابعت ابوثابت کی ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے ابراہیم نے بتایا کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت فَاِنْ تَوَلَّوْا ... الخ خزیمہ یا ابوخزیمہ کے پاس تھی۔ کتاب الاحکام میں امام بخاریؒ یہی روایت بیان کرتے ہیں جو تمام تر دوسری روایات کے مطابق ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ یہاں سورہ توبہ کی صرف ایک

آیت ملنے کا ذکر ہے اور جن کے پاس سے ملی ہے اس کا صحیح تعارف معلوم نہیں کہ خزیمہ تھا یا ابو خزیمہ، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ زید[۱] بن ثابت نے کہا۔ جب مجھے آخری آیت ملی تو میں نے اسے اس کی سورت میں لکھ دیا گویا پہلے سے علم تھا کہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے۔

یہ روایات آپ نے دیکھ لیں۔ اب ذرا تنقیدی نظر بھی ان پر ڈال لیجئے۔

مذکورہ روایات میں اختلافات

ان روایات میں یہ اختلافات آپ دیکھ چکے ہیں۔

(ا) باب جمع القرآن والی روایت میں ہے کہ سورۂ توبہ کا آخر ابو خزیمہ انصاری کے پاس ملا اگرچہ آخر کا کوئی تعین نہیں تاہم جو آیات بیان کی ہیں وہ دو ہی ہیں۔

(ب) کتاب التفسیر کی روایت میں ہے کہ یہ دو آیتیں خزیمہ انصاری کے پاس پائی گئیں۔

(ج) کتاب الاحکام والی روایت میں ہے کہ صرف ایک آیت خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس ملی۔ ابھی انہی اختلافات کو مدنظر رکھئے اور ان مختصر روایات پر نظر ڈالئے جو امام بخاری دیگر مقامات پر بیان کرتے ہیں۔

جمع قرآن کی مختصر روایات

"یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب اور ابن السباق کے واسطوں سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابت نے فرمایا کہ مجھے ابوبکرؓ نے بلایا تو فرمایا تم رسولِ خدا کے کاتب وحی تھے پس قرآن کو ڈھونڈو۔ میں تلاش کرنے لگا حتیٰ کہ آخر سورۂ توبہ کی دو آیتیں مجھے ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس نہ ملیں۔" (بخاری ج ۲ باب کاتب النبی صلعم)

اس روایت سے بھی زیادہ مختصر روایت یہ ہے جس کا مطلب کبھی سمجھ میں نہ آ سکتا۔ اگر دوسری مفصل روایات نہ ہوتیں۔

"موسیٰ، ابراہیم، ابن شہاب زہری اور عبید بن السباق کے واسطوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زیدؓ نے فرمایا میرے پاس ابوبکرؓ نے بھیجا تو میں قرآن ڈھونڈنے لگا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخر ابو خزیمہ انصاری کے پاس ملا۔" (بخاری ج ۲ کتاب التوحید)

غور کیجئے تو یہ مختصر روایات محض اس لئے لائی گئی ہیں کہ اس روایت کو تقویت ملے جس میں خزیمہ کی بجائے ابو خزیمہ کا نام لیا گیا ہے ورنہ ان روایات سے کوئی خاص مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

مسند احمد کی متابعات

۱۔ امام احمد عبد اللہ، ان کے والد، عثمان بن عمر، یونس، زہری اور ابن السباق کے واسطوں سے اسی طرح کی روایت بیان کرتے ہیں مگر اس روایت میں نہ خزیمہ یا ابو خزیمہ کا ذکر ہے نہ آخر سورۂ توبہ کی آیات کا۔ البتہ اس میں یہ لا یوحل کا خطرناک اضافہ کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے قرآن کے وہ حصے ضائع ہو جائیں گے جو کچھ کسی کو یاد ہیں کچھ کسی کو۔ (مسند احمد ج اول)

---

[۱] اس بات کو ذہن میں رکھئے اس کا حوالہ آگے آئے گا۔ (سیفی)

ایک دوسری روایت میں بھی بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو پہلے بخاری شریف کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے اس میں بھی سورۂ توبہ کی آیت کا خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس ملنے کا کوئی ذکر نہیں اس کے راوی ہیں ابو کامل مظفر بن مدرک ابراہیم بن سعد - ابن شہاب تک - اسی السیاق - (مسند احمد ج ۵)

ترمذی کی ایک روایت

امام ترمذی انہی روایات کی متابعت میں مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابراہیم بن سعد سے روایت کرتے ہیں اس روایت میں کہا گیا ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات خزیمہ بن ثابت کے پاس سے ملیں۔ (ترمذی شریف)

مباحث گزشتہ پر ایک نظر

متذکرہ صدر روایات پر ایک نظر ڈالئے تو آپ کو مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوں گی۔

(ا) عہد رسالت میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔

(ب) جنگ یمامہ میں حفاظ شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال آیا۔

(ج) حضرت ابو بکرؓ پہلے اس کام پر آمادہ نہ تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ جب حضور صلعم نے یہ کام نہ کیا تو ہم کیونکر کریں۔ بعد میں ان کی شرح صدر ہوئی۔

(د) حضرت عمرؓ نے کہا یہ کار خیر ہے۔

(ہ) حضرت زید بن ثابتؓ نے اسے بار گراں سمجھا اور وہی دلیل پیش کی کہ جب حضورؐ نے یہ کام نہ کیا تو آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

(و) حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ کار خیر ہے۔

(ز) آخر سورۂ توبہ کی ایک یا دو آیات صرف خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس ملیں۔

ان چیزوں کو ذہن میں رکھیئے اور سوچئے کہ اس طرح کی روایات سے حضور صلعم کے متعلق کس قسم کا تصور پیدا ہوتا ہے سب سے پہلی چیز تو یہ سامنے آتی ہے کہ قرآن کو کتابی شکل میں امت کے حوالہ کرنا فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کے مترادف تھا اور (معاذ اللہ) حضورؐ سے یہ کوتاہی سرزد ہوئی۔ دوسرے حضور صلعم کی نگاہ (معاذ اللہ) اس قدر دقیق نہ تھی جتنی حضرت عمر فاروقؓ کی تھی۔ ابو بکرؓ و عمرؓ نے جمع قرآن کو کار خیر قرار دیا مگر یہ کار خیر حضورؐ سے نہ ہو سکا۔ (استغفر اللہ)

یہ ہے "روایات کا قرآن" جسے اگر زید بن ثابت جمع نہ کرتے تو وہ کالعدم ہو جاتا۔ اب ہم بخاری شریف کی متذکرہ روایات پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ان کی تاریخی حیثیت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اسی علم اسماء الرجال سے مدد لیں گے جو روایات پرست حضرات کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

بخاری شریف کی روایات ہم نے پوری اسناد کے ساتھ درج کی ہیں ان پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ

متذکرہ روایات کے اصل راوی

جمع قرآن کی روایت، زید بن ثابت صرف عبید بن السباق کو بتاتے ہیں وہ ابن کا تذکرہ حضرت شہاب زہری سے کرتے ہیں۔ اور زہری سے پھر مختلف لوگ روایت کرتے ہیں گویا شروع تک یہ روایت خبر واحد کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے اصل راوی عبید بن السباق اور شہاب زہری ہیں۔ ہم مختصراً ان دونوں راویوں پر جرح کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اس معیار پر بھی پورے نہیں اترتے جو ہمارے علماء کے ہاں مسلم ہے۔

عبید بن السباق

بنو ثقیف یا ان کے موالی میں سے تھے ان کے دادا پردادا کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ ابن سعدؒ نے اُن کے تعارف میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"مذی کے بارے میں ابن السباق نے سہل بن حنیف سے روایت کی ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی روایت کرتے ہیں۔" (طبقات ابن سعد)

مذی کے بارے میں جس روایت کا ابن سعد نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔

مذی کی روایت

"سہل بن حنیف کہتے ہیں میں کثرت مذی سے عاجز تھا اور بار بار غسل کرتا تھا میں نے رسول خدا صلعم سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا تمہارے لئے وضو کافی ہے۔

میں نے عرض کیا کپڑے پر جو مذی کا اثر آجاتا ہے اس کا کیا ہو؟ فرمایا چلو بھر پانی اس پر چھڑک دینا کافی ہے۔"

ابن سعد کے بیان کے مطابق سہل بن حنیف سے انہوں نے صرف مذی کی روایت لی ہے۔ یہ روایت بھی ایسی ہے جس میں ابن السباق منفرد ہیں اسی لئے ائمہ احناف، شوافع، اسحاق بن راہویہ وغیرہم اکابر فقہا و محدثین نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ روایت کیسی ہی ہو سوال یہ ہے کہ سہل بن حنیف سے کب انہوں نے یہ روایت سُن لی تھی؟ کیونکہ امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ "ابن السباق سنہ [illegible]ھ میں ۲۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اس طرح ان کی ولادت سنہ [illegible]ھ میں ہوئی ہوگی اور علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ سہل بن حنیف سنہ [illegible]ھ میں فوت ہو چکے تھے۔ معلوم نہیں اپنی ولادت سے ۱۲ سال پیشتر ابن السباق نے یہ روایت کیسے سُن لی تھی۔

رہی یہ بات کہ وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں تو یہ اگرچہ ابن سعد کے اتباع میں ابن حجر نے بھی لکھ دیا ہے مگر آخر ان کی وہ روایات ہیں کہاں جو انہوں نے ابن عباسؓ سے سنی تھیں۔ موجودہ کتب احادیث میں اور خصوصاً مسند احمد میں جو ایک طرح ابن عباسؓ کی روایات کا ہی مجموعہ ہے، ابن عباسؓ کی کوئی ایسی روایت نہیں جس کے راوی ابن السباق ہوں۔

تعجب بالائے تعجب تو یہ ہے کہ ابن سعد نے یہ تک نہیں کہا کہ وہ زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں بلکہ

سلہ تاریخ کبیر۔ تہذیب التہذیب

جمع قرآن والی روایت کا نام بھی نہیں لیا

جمع قرآن والی مشہور روایت جس کے تقریباً تمام طرق میں ابن السباق کا نام لیا گیا ہے۔ اس کا ذکر تک ابن سعد نے نہیں کیا۔ ابن السباق کے تعارف میں ابن حجر سے بعض عجیب تسامحات ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "وہ (ابن السباق) اسامہ بن زید، ام المومنین میمونہ اور ام المومنین جویریہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔"

ابن حجر اور ابن السباق

(تہذیب التہذیب ترجمہ ابن السباق)

لیکن وہی ابن حجر کہتے ہیں۔

"ام المومنین جویریہؓ کی وفات سنہ ۵۰ھ میں ہوئی" (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۰۷)

اور "ام المومنین میمونہؓ کی وفات سنہ ۵۱ھ میں ہوئی" (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۳)

اور ابن السباق کی ولادت سنہ ۵۰ھ کی ہے۔ نہ معلوم وہ ان سے کب حدیثیں سنتے رہے۔ اصل میں یہ ابن حجر کی لغزش ہے کیونکہ حضرت جویریہؓ اور حضرت میمونہؓ سے ابن السباق نے کوئی روایت نہیں کی نہ ہی اسامہ بن زیدؓ کی کوئی روایت ابن السباق کے واسطے سے بیان ہوئی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ اور ابن السباق

زید بن ثابت سے ابن السباق کی مشہور روایت جمع قرآن بر عہد ابوبکرؓ ہے یہ روایت بخاری، ترمذی، مسند احمد اور متعدد کتب حدیث میں موجود ہے اور اسی روایت کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے ابن السباق کا تعارف لکھا جا رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ روایت بھی مشکوک ہے کیونکہ ائمہ جرح و تعدیل نے حضرت زید بن ثابتؓ کی وفات کے متعلق چار قول نقل کئے ہیں۔ یعنی سنہ ۴۵ھ، سنہ ۴۸ھ، سنہ ۵۱ھ، سنہ ۵۵ھ ان اقوال میں سے صحیح ترین قول سنہ ۴۵ھ تسلیم کیا گیا ہے۔ خود ابن حجر نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ ابن السباق سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تعجب ہے کہ وہ سنہ ۴۵ھ میں وفات پانے والے صحابی سے کس طرح بات سن لیتے ہیں؟ اور اگر سنہ ۵۵ھ بقول ضعیف حضرت زیدؓ بن ثابت کا سن وفات ہو تب بھی اس وقت ابن السباق کی عمر ۵ سال ہوگی سو پانچ سالہ بچے کی روایت کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ یہ تو تھا اس روایت کا ایک ستون — ابن السباق — اب دوسرے ستون شہاب زہری کی طرف آئیے۔

شہاب زہری

زہری مدینہ کے نہیں ایلہ کے رہنے والے تھے لوگوں نے غلطی سے انہیں مدنی سمجھ لیا ہے۔ یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ انہیں قبیلہ بنو زہرہ کا ایک فرد سمجھ لیا گیا حالانکہ قبیلہ بنو زہرہ کے افراد میں

۱؎ تہذیب التہذیب۔

محمد بن شہاب زہری نام کے نزدیک نشان دہی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ کثیر الروایت میں حافظ ابن حجر نے ان کے مشائخ درج کی تعداد ستر بتائی ہے۔ جن میں شیعہ بھی شامل ہیں۔

زہری مرسل روایتوں کے عادی تھے

زہری ارسال کے خوگر تھے۔ درمیان سے اپنے شیخ کا نام چھوڑ کر اپنے شیخ کے شیخ سے بلاواسطہ روایت کرنا ارسال کہلاتا ہے۔ ائمہ حدیث نے مرسل، مرسل خفی اور منقطع میں فرق کیا ہے اگرچہ ان کی تعریفوں کے متعلق علمار محدثین مختلف الرائے ہیں۔ مگر مرسل خفی کو عموماً ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ زہری کی مرسلات کو خفی ہی سمجھ لیجئے تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ارسال کرتے تھے۔ ارسال کے سلسلے میں ہم صرف حضرت عروۃ بن الزبیر کی روایات کا ذکر کرتے ہیں۔ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ

"زہری کا عروہ سے حدیثیں سننا ثابت نہیں۔" (تہذیب التہذیب ترجمہ ابن شہاب زہری)

تاہم عروۃ بن الزبیر سے بیشتر روایات ہیں جن کا راوی زہری ہے۔ اور ان روایات کا اکثر حصہ صحاح میں ہے بخاری و مسلم میں بھی سو سے زیادہ ایسی حدیثیں ہیں حالانکہ بخاری کے متعلق علماء نے مشہور کر رکھا ہے کہ روایت کے لئے ان کی کڑی شرط یہ تھی کہ راوی اور مروی عنہ (جس سے روایت لی گئی ہے) میں ملاقات ثابت ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ شرط بھی ہمارے علمار کرام نے یوں ہی امام بخاری کی طرف منسوب کر دی ہے ورنہ انہوں نے اپنی کتاب میں ان شرائط کا تذکرہ نہیں کیا۔ خیر بہرحال یہ ثابت ہے کہ زہری ارسال کے عادی تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کا ارسال کیسا تھا؟

زہری کی مرسلات

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مشہور محدث یحییٰ بن سعید جو فن رجال کے بھی امام تھے فرمایا کرتے تھے۔

"زہری کے مرسلات بمنزلہ ریح ہیں۔" (تہذیب التہذیب ترجمہ زہری)

زہری کا ارسال کیسا تھا

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

"ابو قدامہ سرخسی یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے زہری کے مرسلات تمام مرسلات سے بدتر ہیں کیونکہ وہ حافظ حدیث تھے ہر راوی کا نام انہیں یاد تھا لیکن وہ وہیں راوی کا نام نہیں لیتے جہاں وہ اس کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتے۔ یعنی جان بوجھ کر وہ راوی کا نام نہیں لیتے۔" (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص۱۰۱)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

زہری کی مرسلات کی تعداد

"ابو داؤد نے کہا زہری کی روایات بائیس سو ہیں جن میں سے آدھی مسند ہیں اور آدھی مرسل۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص۱۰۱)

زہری ادراج کے بھی خوگر تھے

ادراج کے معنی ہیں حدیث رسول صلعم میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ ملا دینا اور زہری کو بھی یہ عادت تھی۔ سنئے۔

"زہری حدیث میں اپنی بات ملا دیا کرتے تھے اسی لئے موسیٰ بن عقبہ نے انہیں ایک مرتبہ کہا تھا کہ رسول اکرم صلعم کے کلام سے اپنے کلام کو الگ رکھا کرو۔"

(کتاب المختصر من المختصر ص۱۲۵)

زہری مدلّس تھے

تدلیس یہ ہے کہ راوی سلسلۂ روایت کے کسی نام میں ایسی کوئی صورت اختیار کرے جس سے اس کی شخصیت متعارف پر پردہ پڑ جائے اور سننے والے کا خیال کسی اور آدمی کی طرف منتقل ہو جائے۔ یہ تو اسناد کی تدلیس ہوئی۔ متن حدیث میں تدلیس یہ ہے کہ مفہوم میں ایسے دو معنیین الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے حدیث کا صحیح مفہوم حاصل نہ ہو سکے۔ بلکہ دو طرح کے مطالب اخذ کئے جا سکیں۔ سو یہ بات چاہے بالقصد ہو چاہے بلا قصد۔ بہرحال زہری اس کے عادی تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"امام شافعیؒ، دارقطنی اور اکثر لوگوں نے زہری کو مدلس کہا ہے۔" (طبقات المدلسین ص۱۵)

بہرحال یہ تھے ابن شہاب زہری جو اس روایت میں بالکل منفرد ہیں اور پھر وہ روایت بھی ابن السباق سے ہے جو حضرت زیدؓ بن ثابت کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ اب آپ ہی سوچئے کہ اس قسم کی روایت کو بنیاد بنا کر ہمارے علمائے کرام کیوں کر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن حضورؐ کے عہد میں جمع نہیں ہوا تھا۔

ہم اس روایت کو مندرجہ ذیل دلائل کی بنا پر جھوٹا سمجھتے ہیں اور اگر روایت پرستوں میں کچھ ہمت ہے تو وہ علم و دانش کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہمارے مقابلہ میں آئیں اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے غلط عقائد سے توبہ کریں۔ اور بخاری و مسلم کی لاج رکھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت و عظمت سے نہ کھیلیں۔ ہمارے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ ہم پچھلے باب میں قرآن حکیم سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلعم نے قرآن حکیم مرتب صورت میں امت کے حوالے کر کے فریضۂ رسالت ادا کیا تھا لہذا یہ روایت قرآن کے خلاف ہے۔

۲۔ اسی روایت کے مطابق قرآن کتابی شکل میں جمع کرنا کار خیر تھا۔ اور کار اہم و عظیم بھی۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کام کی اہمیت و عظمت فاروق اعظمؓ نے محسوس کی فراست نبویؐ اسے سمجھنے سے عاری تھی۔ (معاذ اللہ) پس یہ روایت درایت کے بھی خلاف ہے۔

۳۔ عبید بن السباق کا زیدؓ بن ثابت سے یہ روایت سننا کسی طرح ممکن نہیں۔ اور ابن شہاب زہری ارسال، ادراج اور تدلیس کے خوگر تھے۔ پس یہ روایت علم اسماء الرجال کی رو سے بھی غلط ٹھہرتی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس روایت پر کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن کو مشکوک ٹھہرانے کے لئے اہل روایات نے کس طرح ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے ابھی ابھی آپ نے پڑھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے زیدؓ بن ثابت نے قرآن جمع کیا تھا۔ اب اور سنئے۔

قرآن صدیق اکبرؓ نے خود جمع کیا تھا

امام ابن ابی داؤد فرماتے ہیں۔

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے قرآن جمع تو کر لیا تھا۔ زیدؓ بن ثابت سے صرف یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس پر نظر ثانی کر لیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ حضرت صدیقؓ نے عمر فاروقؓ سے مدد طلب کی تاکہ وہ زیدؓ بن ثابت کو راضی کرا دیں۔ حضرت فاروقؓ نے انہیں راضی کر لیا۔ اور حضرت زیدؓ نے نظر ثانی فرمائی۔ یہ مصحف ابوبکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہا۔ پھر فاروق اعظمؓ کی وفات تک ان کے پاس رہا۔ پھر حضرت حفصہؓ کے پاس آیا۔" (کتاب المصاحف۔ کنز العمال)

وہی زہری

دیکھئے اس روایت کے راوی بھی وہی زہری ہیں جو ابھی کہہ رہے تھے کہ قرآن زیدؓ بن ثابت نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حکم سے جمع فرمایا تھا اور اب کہتے ہیں قرآن جمع تو خود ابوبکر صدیقؓ نے کیا تھا۔ زیدؓ بن ثابت نے نظر ثانی فرمائی۔ یہ معمہ ان حضرات سے حل کرائیے جو روایات کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ اور ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث رسولؐ کے منکر ہیں اور پھر جاہل بھی ہیں (اللہ ان کا علم" انہیں نصیب کرے)۔

روایات پرستو! صدیق اکبرؓ کی عظمت سے نہ کھیلو

اس روایت میں یہ ظلم روا رکھا گیا ہے کہ تاجدار خلقت، حبیب رسولؐ خلیفۂ رسولؐ امیر المؤمنین جناب ابوبکر صدیقؓ کی شانِ اقدس و اعظم میں گستاخی کی گئی ہے۔ غور کیجئے کہ وہ شخصیت عظمیٰ جن کی عمر کی ایک ایک گھڑی قابل رشک تھی۔ جس نے ہجرت کی رات حضورؐ کا ساتھ دیا اور سچ پوچھو تو وہ ایک رات ہی دوسروں کی عمر بھر کی عبادتوں پر فائق ہے۔ وہ پیکر عظمت و جلالت جس کی زندگی آغاز نبوت سے حضورؐ کے عمر کی آخری سانس تک حضورؐ کی رفاقت میں گزری تھی اگر وہ ماہر قرآن نہ تھے تو کون ماہر قرآن تھا۔ صدیقؓ اکبر قرآن جمع کریں اور پھر زیدؓ بن ثابت سے نظر ثانی کی درخواست کریں۔ اور جب وہ انکار کریں تو فاروق اعظمؓ کی مدد سے انہیں آمادہ کیا جائے؟ کیا فاروقؓ اعظم خود نظر ثانی نہیں فرما سکتے تھے؟ اگر (معاذ اللہ) انہیں بھی قرآن نہ آتا تھا تو پھر کیا مدینۃ النبیؐ میں کوئی صحابی ایسا نہ رہ گیا تھا کہ بار بار حضرت زیدؓ کو اس کام کے لئے آمادہ کیا جاتا۔ اور آخر حضرت زیدؓ نے انکار کیوں کیا؟ کیا یہ کوئی گناہ تھا کہ امیر المؤمنین کی اطاعت نہ کی جائی؟ اور اگر گناہ تھا تو کیا گناہ تھا کہ امیر المؤمنین کی حکم عدولی کی گئی مگر فاروق اعظمؓ کے کہنے سے ارتکاب کر لیا گیا؟

زیدؓ بن ثابت میں کیا خصوصیت تھی؟

آخر دوسرے صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں حضرت زیدؓ بن ثابت میں کیا خصوصیت تھی کہ جناب صدیقؓ اپنا مجموعہ انہیں دکھانے کے لئے منتیں کرتے ہیں؟

کیا حضرت معاذؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہم زندہ نہ تھے؟

غور کیجئے اور پھر خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ آپ کی کتب روایات میں ان چیزوں کا وجود ہمارے لئے باعث عار نہیں؟

قرآن حضرت صدیقؓ نے کیسے جمع کیا؟

موسیٰ بن عقبہ لکھتے ہیں۔

"ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ جب جنگ یمامہ میں مسلمانوں پر مشکل وقت آیا تو حضرت ابوبکرؓ گھبرائے اور ڈرے کہ کہیں قرآن کا ایک حصہ ضائع نہ ہو جائے تو جس کے پاس جو کچھ تھا لے آیا یہاں تک کہ عہد صدیقؓ میں قرآن اوراق میں جمع ہو گیا تو ابوبکرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مصحف میں جمع کیا۔ (کتاب المغازی)

جنگ یمامہ اور صدیق اکبرؓ کی پریشانی

بخاریؒ کی روایات میں ہے جنگ یمامہ کے بعد حضرت فاروقؓ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ یہاں وہی خوف حضرت صدیقؓ کے دل میں پیدا ہوا ہے اس روایت میں بھی وہی بات کہی گئی کہ قرآن کچھ کسی کے پاس تھا کچھ کسی کے پاس اور حضرت صدیقؓ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے۔

جنگ یمامہ اور جنگ بیر معونہ

جس جنگ یمامہ کا ڈھول بار بار پیٹا جاتا ہے اس میں ابن اثیر کی روایت کے مطابق ۳۹ صحابہؓ شہید ہوئے تھے۔ استیعاب میں ایک ریاح بن الربیعہ کے نام کا بھی اضافہ کیا گیا ہے تو ۴۰ ہوئے اور اگر امام قرطبی کا قول بھی تسلیم کر لیا جائے تو ستر حفاظ قرآن جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔ مگر جنگ بیر معونہ میں بھی ستر حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ یہ جنگ عہد رسالت میں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ وہی تعداد جب جنگ بیر معونہ میں شہید ہوتی ہے تو فراست نبوی (معاذ اللہ) اس بات سے عاجز رہتی ہے کہ قرآن جمع کر لیا جائے مگر جب جنگ یمامہ میں اتنے ہی حفاظ شہید ہوتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی فراست کام کر جاتی ہے۔ آخر کیوں؟ کیا حضورؐ کی فراست ان حضرات سے کم تھی؟

پھر وہی زہری

تعجب تو اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی بھی وہی زہری ہیں۔ معلوم نہیں یہ واقعات دوسرے لوگوں کو کیوں کوئی نہیں بتاتا؟

خیر پہلے آپ نے روایت کی بنا پر یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے حضرت زیدؓ بن ثابت نے قرآن جمع کیا تھا۔ اب فوراً نظریہ بدلئے اور یہ یقین کیجئے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود قرآن جمع کیا تھا۔ اور ابھی نہ جانے آپ کو کتنی مرتبہ نظریات بدلنے پڑیں۔

لہ الاتقان ج اول ص

جمع قرآن کا کام حضرت عمرؓ نے شروع کیا تھا اور حضرت عثمانؓ نے مکمل کیا تھا!

امام ابن ابی داؤد فرماتے ہیں۔

"یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا اور خطبہ میں لوگوں کو اپنے اس ارادہ سے آگاہ فرمایا اور حکم دیا کہ جس شخص نے رسول خدا صلعم سے کچھ بھی قرآن حاصل کیا ہو ہمارے پاس لے آئے۔ لوگوں نے قرآن اوراق پر، لکڑی کی تختیوں پر، کھجور کے پٹھوں پر لکھ رکھا تھا وہ لے آئے۔ فاروقِ اعظمؓ کسی کی کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ جب تک دو گواہ گواہی نہ دے دیں۔ اسی انتظار میں حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو کہا کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہو لے آئے وہ بھی دو گواہوں کی گواہی کے بغیر کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے چنانچہ خزیمہ بن ثابت آئے اور کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دو آیتیں تم سے رہ گئی ہیں پوچھا گیا وہ کون سی دو آیات ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضورؐ سے یہ دو آیات حاصل کی تھیں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ الخ۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دو آیات اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر عثمانؓ نے خزیمہ سے پوچھا بتاؤ ان آیات کو کہاں رکھیں؟ خزیمہ نے کہا قرآن کی جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اسے ان آیات سے ختم کر دو۔ چنانچہ سورۂ توبہ کو ان آیات سے ختم کیا گیا۔"[1] (کتاب المصاحف)

لیجئے اب یہ نظریہ قائم کیجئے کہ قرآن نہ حضورؐ نے جمع کرایا تھا نہ صدیق اکبرؓ نے۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے جمع کرایا تھا مگر وہ بھی اس کی تکمیل سے پیشتر شہید ہو گئے تب حضرت عثمانؓ نے مکمل کیا۔ اب آگے چلئے۔

قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا

ابن ابی داؤد[2] لکھتے ہیں۔

"ابن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ جس وقت رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں اس وقت تک بجز نماز جمعہ کے اور کسی کام کے لئے اپنی چادر نہ اوڑھوں گا۔ چنانچہ میں نے قرآن کو جمع کر لیا۔"

(کتاب المصاحف۔ الاتقان ج اول)

اسی کی تائید میں علامہ ابن الضریس کی روایت بھی سن لیجئے۔

" حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ کتاب اللہ پر بڑی زیادتی ہو رہی ہے اس لئے اپنے دل میں کہا

---

[1] اس روایت کا آخری حصہ جو حضرت عثمانؓ سے متعلق ہے آگے موضوعِ بحث بنے گا اس لئے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے (دستیفی)

[2] ابن ابی داؤد بڑے ثقہ بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں مضمون کے آخر میں ان کے حالات لکھے جائیں گے۔ (دستیفی)

جب تک اسے جمع نہ کرلوں اس وقت تک بجز نماز کے اور کسی کام کے لئے چادر نہ اوڑھوں" (کتاب الفضائل)

لیجئے اب بات یہاں تک پہنچی کہ سب سے پہلے قرآن حکیم حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اب اور سنئے۔

قرآن سالمؓ نے جمع کیا تھا

علامہ ابن اشتہ کہمس کے طریق پر ابن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ "سب سے پہلا شخص جس نے قرآن کو مصحف میں جمع کیا وہ ابو حذیفہؓ کا آزاد کردہ غلام سالم تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن کو جمع نہ کرلوں گا اس وقت تک چادر نہ اوڑھوں گا۔ چنانچہ اس نے قرآن جمع کرلیا۔ پھر لوگوں نے اس امر میں رائے زنی شروع کی کہ اس کا کیا نام رکھا جائے؟ کسی نے کہا کہ سفر نام رکھو پھر کہا گیا کہ یہ یہودیوں کی کتاب کا نام ہے اس لئے یہ ناپسند ہوا۔ پھر کسی نے کہا میں نے اسی طرح کی کتاب کو حبشہ میں مصحف کہتے سنا ہے چنانچہ اس بات پر سب کا اتفاق ہوگیا اور مجموعۂ قرآن کا نام مصحف رکھا گیا" (کتاب المصاحف - الاتقان ج اول)

امام سیوطیؒ کی تطبیق

جلال الدین سیوطیؒ نے تطبیق کی کوشش میں لکھا ہے۔ "یہ اس بات پر محمول ہے کہ سالمؓ بھی ابو بکرؓ کے حکم سے قرآن جمع کرنے والوں میں سرگرم تھے" (الاتقان ج اول)

سیوطیؒ صاحب کا فرمان سنا آپ نے؛ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو جمع قرآن کا حکم دیا تو حضرت سالم ایک سرگرم رکن تھے۔ اس لئے اس روایت کو اسی بات پر محمول کرنا چاہیئے مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت زیدؓ بن ثابت جنگ یمامہ کے بعد جمع قرآن پر مامور ہوئے تھے اور یہی سیوطیؒ اسی الاتقان جلد اول کی بیسویں نوع میں لکھ رہے ہیں۔

"ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام سالمؓ بھی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے" (الاتقان ج اول)

گویا سیوطیؒ کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں سالمؓ شہید ہوئے تھے اور پھر جنگ یمامہ کے بعد جب زیدؓ بن ثابت جمع قرآن پر مامور ہوئے تو وہی سالم جمع ... سرگرم رکن تھے۔ بیچارے سیوطیؒ! حاطب اللیل[1] جو ہوئے۔

یہاں تک آپ نے دیکھ لیا کہ جمع قرآن کے اہم موضوع پر ہماری کتب روایات کس طرح مختلف الرائے ہیں۔ اس بحث کو یہیں چھوڑ کر اب بعض دوسرے گوشوں پر توجہ کیجئے۔

قرآن سے یہ تصریح ہم پچھلے باب میں سامنے لا چکے ہیں کہ حضور صلعم کے عہد مسعود میں قرآن

---

[1] حاطب اللیل کے معنی ہیں۔ رات کو ایندھن جمع کرنے والا۔ جو یہ معلوم نہیں کرسکتا کہ خشک لکڑی چنی ہے یا گیلی۔ امام سیوطیؒ کو عام طور پر حاطب اللیل کہا جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں قرآن کس چیز پہ لکھا گیا تھا؟

رقع منشور میں لکھا جاتا تھا۔ اب دیکھئے "روایات کا قرآن" (جو حضرت صدیقؓ کے عہد میں جمع کیا گیا) کس چیز پر لکھا جاتا ہوگا۔ موسیٰ بن عقبہ لکھتے ہیں۔

"حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں قرآن اوراق میں جمع ہو کر کتابی صورت اختیار کر گیا"
(کتاب المغازی - الاتقان)

مگر علامہ ابن حجر کہتے ہیں۔

"عمارہ بن غزیہ کی روایت میں آیا ہے کہ زیدؓ بن ثابت نے کہا "مجھے حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا اور میں نے قرآن کو کھال کے ٹکڑوں اور کھجور کی شاخوں پر لکھا"　　(الاتقان ج اول)

ان روایات کا تضاد آپ نے دیکھ لیا؟

زہری اور خارجہ بن زیدؒ

جمع قرآن بعہد صدیقؓ کی جن روایات پر ہم نے بحث کی ہے ان میں زہری ابن السباق، زیدؓ بن ثابت یہ مرکزی راوی ہیں اور تینوں منفرد ہیں حضرت زیدؓ بن ثابت کا منفرد ہونا تو کوئی ضعف نہیں پہنچاتا۔ مگر ابن السباق اور زہری جیسے کچھ ہیں، ہم بتا چکے ہیں۔ اب ایک اور روایت کو لیجئے جس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جمع قرآن کی روایت زہری صرف ابن السباق سے ہی نہیں لیتے بلکہ ایک اور شخص سے بھی لیتے ہیں، اور وہ ہیں حضرت زیدؓ بن ثابت کے فرزند خارجہ بن زیدؒ۔ پس اگر ابن السباق کی ولادت سے پہلے ہی حضرت زیدؓ بن ثابت فوت ہو چکے تھے تو کیا حرج ہے؛ خارجہ بن زید موجود ہیں۔

یہیں اس کے جواب میں ذرا وضاحت سے کام لینا پڑے گا۔

حضرت زیدؓ بن ثابت بروایت صحیح سنہ ۴۵ھ میں فوت ہوئے۔ خارجہ بن زید کی عمر امام بخاری ۷۰[2] سال بتاتے ہیں۔ ابن حجر نے ان کا سالِ وفات سنہ ۱۰۰ھ یا سنہ ۹۹ھ قرار دیا ہے تو یہ اپنے والد کی وفات کے وقت سات برس کے ہوں گے۔ اور یہ عمر روایت کرنے کی نہیں۔

دوسرے یہ کہ متذکرہ روایت میں امام بخاریؒ نے یہ تصریح نہیں کی یہ عہد عثمانی کے کے متعلق کہہ رہے ہیں یا عہد صدیق[3] کے متعلق تیسرے پچھلی روایات میں آخر سورہ توبہ کی آیات خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس ملنے کا ذکر ہے اور اس روایت میں آخر سورہ احزاب کی آیات کے متعلق وہی کچھ کہا گیا۔ اب ذرا ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ ان روایات میں

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۹ نیز تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۹ [2] تاریخ اوسط [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۵

امام بخاریؒ کا انداز بیان کیسا مبہم ہے۔ پہلی روایت، باب جمع قرآن میں نقلِ مصاحف بعہدِ عثمانؓ کے بعد اس طرح شروع کی گئی ہے۔

"قال ابن شہاب واخبرنی خارجہ بن زید بن ثابت انہ سمع ابی ثابت "مجھے نقلِ مصاحف کے وقت سورہ احزاب کی ایک آیت یاد آگئی جو اس مصحف میں مفقود تھی۔ اور جو میں نے حضورؐ کو پڑھتے سنی تھی۔ ہم نے اسے تلاش کیا۔ پس وہ خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی۔ وہ آیت یہ تھی" مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا" ہم نے مصحف میں اس آیت کو اس کی سورت میں لکھ دیا۔"

معلوم نہیں اس آیت میں قال ابن شہاب واخبرنی خارجہ میں واؤ کا عطف کس پر ہے صاف نظر آتا ہے کہ اس کا عطف اس سے پہلے والی حدیث پر ہے جس میں نقلِ مصاحف بعہدِ عثمانی والا واقعہ انس بن مالک سے زہری نے روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ انس بن مالک نے تو صرف نقلِ مصاحف بعہدِ عثمان کا واقعہ بیان کیا ہے اور خارجہ نے یہ اضافہ کیا کہ اس وقت ایک آیت نہیں مل رہی تھی۔ پس یہ اس روایت سے قطعی مختلف ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں قرآن جمع ہوا۔ اصل یہ ہے کہ جیسا ہم نے عرض کیا وہ روایت صرف زہری اور ابن السباق ہی سے ہے اور یہی اس کے مرکزی راوی ہیں نیز نہ معلوم اتنا بڑا واقعہ صحابہؓ میں سے صرف حضرت زیدؓ بن ثابت کیوں روایت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنی وفات سے ۵ سال بعد پیدا ہونے والے ابن السباق کو روحانی طور پر کیوں کر بتا جاتے ہیں اور ابن السباق صرف زہری سے یہ واقعہ کیوں بیان کرتے ہیں اوپر سورۂ احزاب والی جو روایات درج کی گئی یہ امام بخاری تفسیر سورۂ احزاب اور کتاب الجہاد میں بھی لکھتے ہیں۔ ہر جگہ زہری خارجہ بن زید اور زیدؓ بن ثابت اس کے مرکزی راوی ہیں مگر ہر روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلۂ روایت بھی عجیب ہے۔ جمع قرآن والی روایت میں (جو ابھی لکھی گئی ہے) امام بخاریؒ نہ اپنے شیخ کا نام لیتے ہیں نہ اپنے شیخ کے شیخ کا۔ روایت ابن شہاب زہری سے شروع ہو جاتی ہے۔ جس واؤ عاطفہ کا ذکر کیا گیا ہے اسے بعض شارحین اس باب کی ابتدائی روایات سے متصل کرتے ہیں۔ اس صورت میں عطف بہت منفصل ہو جائے گا خیر کچھ بھی ہو مگر یہ روایت بیان کرتے ہوئے نہ معلوم بخاری کا انداز بیان مبہم کیوں ہے!

ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ روایت بتا رہی ہے کہ سورۂ احزاب کی ایک آیت کھو گئی تھی جو خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ سورۂ توبہ کی دو آیات صرف خزیمہ یا ابوخزیمہ کے پاس ملی تھیں۔

خزیمہ بھی کوئی احدیہ تھے[1]

آپ بھی اس امر پہ متعجب ہوں گے اور ہم بھی سخت حیران ہیں کہ جو آیت بھی مفقود ہوتی ہے وہ خزیمہ کے پاس مل جاتی ہے گویا خزیمہ کا لفظ بھی احدیہ ہے کہ ہر مرض کا علاج۔ اور پھر یہ بات بھی کان دھرنے کی ہے کہ کہا جاتا ہے ان کی گواہی دو گواہیوں کے برابر ہے۔ سنئیے۔

---

[1] احدیہ مصر کی ایک پیٹنٹ دوائی کا نام ہے جو تقریباً ہر مرض کا علاج بتائی جاتی ہے۔ اسی سے محاورہ بن گیا ہے جو چیز یا جو شخص ہر معاملہ میں کام دے جائے اسے احدیہ کہتے ہیں۔ اپنے یہاں کے محاورہ میں امرت دھارا کہہ لیجئے۔ (مترجم)

خزیمہ یا ابوخزیمہ یا خزیمہ بن ثابت یا ابوخزیمہ بن ثابت کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی!

علامہ ابن اشتہ لکھتے ہیں۔

"لیث بن سعد سے روایت ہے کہ سب سے پہلے قرآن کو ابوبکرؓ نے جمع کیا اور زیدؓ بن ثابت نے اسے لکھا لوگ حضرت زیدؓ کے پاس قرآن کی آیات لاتے تھے اور وہ بغیر دو معتبر گواہوں کے اسے نہ لکھتے تھے اور سورہ براۃ کا خاتمہ محض ابوخزیمہ بن ثابت کے پاس ملا تو ابوبکرؓ نے فرمایا اسے لکھ لو کیونکہ رسول خدا صلعم نے ابوخزیمہ کی شہادت دو گواہوں کے برابر قرار دی ہے۔ چنانچہ زیدؓ نے اسے لکھ لیا مگر عمرؓ نے آیۂ رجم پیش کی تو اسے نہیں لکھا کیونکہ اس بارے میں تنہا عمرؓ کے سوا اور کوئی شہادت بہم نہیں پہنچی" (کتاب المصاحف)

ابن اشتہ کی اس روایت میں چند باتیں اہم ہیں۔

(۱) زیدؓ بن ثابت کے پاس آیت لائی جاتی تو وہ ہر آیت پر دو معتبر گواہوں کی شہادت لیتے۔ یعنی اس معاملہ میں زیدؓ بن ثابت اپنی ذاتی شہادت کو دخل نہ دیتے بلکہ ایک گواہ تو آیت لانے والا ہوتا اور ایک گواہ کی گواہی ضروری ہوتی۔

(۲) مگر جب ابوخزیمہ بن ثابت آیت لاتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ آیت لکھ لو کیونکہ جناب رسول خدا صلعم نے ان کی گواہی دو گواہوں کے برابر قرار دی ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ آیۂ رجم لائے تو ان کی آیت نہ لکھی گئی کیونکہ ان کا کوئی اور گواہ نہ تھا۔

بالکل اسی طرح امام بخاریؒ نے بھی ایک صحابی کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر بیان کیا مگر اس کا نام وہاں خزیمہ انصاری لیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خزیمہ انصاری جن کی گواہی حضورؐ نے دو گواہوں کے برابر قرار دی تھی۔ (بخاری کتاب الجہاد و تفسیر سورۂ احزاب)

خزیمہ کی گواہی کیوں دو گواہوں کے برابر ہے؟ یہ روایت بخاری شریف میں نہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ خزیمہ کی گواہی کیوں دو گواہوں کے برابر ہے اور کس موقع پر حضورؐ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی؟ ان سوالات کے جواب میں بخاری شریف بالکل خاموش ہے۔ ہاں یہ معمہ حدیث کی دوسری کتابوں سے حل ہو جاتا ہے مگر معلوم نہیں اس روایت کو امام بخاریؒ نے کیوں درج نہیں فرمایا۔ بالخصوص جب وہ اس کا حوالہ بھی دے رہے تھے۔ خدا جانے وہ اس روایت کو ضعیف سمجھتے تھے یا انہوں نے اس کی تفتیش کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ انہوں نے جو کچھ بھی سمجھا ہو مگر اس سوال کا جواب آج کے فدایانِ بخاریؒ کو تو دینا چاہیے۔

---

(۱) آیۂ رجم کا ذکر آگے آئیگا۔ (رفیق)

ذوالشہادتین والی عجیب روایت

خیر اگر امام بخاریؒ اس معاملہ میں خاموش ہیں تو ہم آپ کو مایوس نہیں کر سکتے حدیث کی کتابیں ایک دو تھوڑی ہیں کہ آپ تفصیل نہ پاکر پریشان ہو جائیں۔ ایک میں نہیں دوسری میں مل جائے گی۔ لیجئے جگر تھام کر سنئے۔

"ابن شہاب زہری عمارہ بن خزیمہ سے اور اپنے چچا سے جو صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خرید اتو وہ اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ تاکہ ان سے گھوڑے کی قیمت لے لے۔ حضورؐ تیز چلنے لگے تاکہ جلد گھر پہنچ کر قیمت ادا کردیں مگر اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا راہ میں کچھ لوگ اعرابی کو چھیڑنے لگے اور قیمت چکانے لگے۔ حتیٰ کہ جو قیمت حضورؐ کے ساتھ طے ہوئی تھی اس سے بھی زیادہ دینے لگے اور ان لوگوں کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ گھوڑا حضورؐ نے خرید لیا ہے اس وقت اعرابی نے حضورؐ کو پیچھے سے پکارا (کیونکہ وہ اپنی تیز رفتاری کے باعث آگے نکل آئے تھے) اور کہا "آپ خریدنا چاہتے ہیں یا میں اسے کسی اور کے ہاتھ بیچ دوں اس کی آواز سن کر حضورؐ قریب آئے اور فرمایا "تم تو میرے ہاتھ بیچ چکے" اعرابی نے اس بات سے انکار کیا اور کہا میں نے نہیں بیچا اگر معاملہ طے ہو گیا تو گواہ لاؤ آنحضرتؐ حیران تھے کہ گواہ کیسے لائیں؟ کیونکہ اس وقت وہاں کوئی موجود نہ تھا مگر آپ باربار فرما رہے تھے ہم تجھ سے خرید چکے ہیں اور وہ ہر مرتبہ گواہ مانگ رہا تھا۔ مسلمان اعرابی سے کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔ یقیناً سچ فرماتے ہیں تو کیوں غلط قسم کی ضد میں پڑا ہے لیکن وہ گواہ مانگے جارہا تھا اتنے میں خزیمہ بن ثابت الانصاری وہاں پہنچے۔ انہوں نے اعرابی کو مخاطب کرکے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا حضورؐ کے ہاتھ بیچا ہے۔ اس پر نبی صلعم نے دریافت فرمایا تم اس وقت موجود نہ تھے پھر گواہی کس طرح دے رہے ہو؟ خزیمہ نے کہا آپ کی تصدیق کی بنا پر۔ (مگر اب بھی ایک گواہ تھا حالانکہ دو ہونے چاہئیں تھے اس لئے) نبی صلعم نے فرمایا خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے اور اس اعرابی کو شکست دیدی" (ابوداؤد۔ نسائی)

پھر وہی زہری

اس روایت کے راوی بھی وہی زہری ہیں پہچانا آپ نے؟ واللہ میں سخت متعجب ہوں کہ اس قسم کی روایت کے راوی زہری ہی نکلتے ہیں۔ خیر اس موضوع پر ہم اس وقت کھل کر لکھ سکیں گے جب اس کتاب میں تدوین[1] حدیث کا باب سامنے آئے گا۔ اب تو موقع بے موقع یوں ہی رہوار قلم بھٹک کر اس راہ پر جا پڑتا ہے۔

خزیمہ بن ثابت

خزیمہ بن ثابت حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھے۔ جب مدینہ کے اکابر صحابہؓ حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ بھی حضرت علیؓ سے شہادت عثمانؓ کا قصاص مانگنے لگیں۔ اور حضرت علیؓ نے مجبور ہوکر اپنا پایہ خلافت کوفہ میں منتقل کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ چلے آئے۔ جنگ صفین سنہ ۳۷ھ میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے اور شہید ہوئے۔ چونکہ یہ حضرت علیؓ کے ساتھی تھے اس لئے ان کے فضائل میں شیعہ حضرات نے بکثرت روایات گھڑلی تھیں۔

[1] تدوین الکتاب والحدیث" علامہ [illegible] کی مشہور کتاب ہے اس کے پہلے باب کا ترجمہ طلوع اسلام اپریل سنہ ۸۱ء میں شائع ہو چکا ہے دوسرے باب کا ترجمہ آپ پڑھ رہے ہیں (باقی آئندہ)

عمارہ بن خزیمہ کے چچا جو صحابی تھے

خزیمہ بن ثابت کے بیٹے حضرت عمارہ بن خزیمہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے چچا سے یہ روایت سنی تھی اور ان کے چچا صحابی تھے۔ آخر چچا کا نام نہ لینے میں کون سی مصلحت تھی؟ ابن مندہ کہتے ہیں ان کا نام عمارہ بن خزیمہ تھا مگر اسماء تاریخ و رجال نے اس نام کے کسی صحابی کی نشاندہی نہیں کی۔ اگر کسی حامیِ روایت کو اس نام کا صحابی مل جائے تو ہمیں اطلاع دے دیں۔

روایت کا متن

اب ذرا متن پر نظر ڈالیے کیا آپ کی عقلِ سلیم یہ تسلیم کر لیتی ہے کہ جو شخص حضورؐ کے ساتھ معاملہ کر کے پھر جائے اور پھر حضورؐ کو معاذ اللہ جھوٹا قرار دے۔ وہ ایک شخص کی گواہی قبول کرے گا جو خود اقرار کر رہا ہے کہ اس کی گواہی محض اس بات پر ہے کہ حضورؐ ایسا کہہ رہے ہیں۔ اور پھر اور زیادہ تعجب کا مقام ہے کہ حضورؐ خود ہی ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دے لیں تو اس کو فریقِ ثانی کیسے قبول کر سکتا ہے؟

ارباب دانش غور کریں

میرے اہل علم بھائیو! خدارا اس روایت پر غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ یہ کسی طرح بھی عقل و درایت کی کسوٹی پر کھری ثابت ہو سکتی ہے۔ بلاؤ عاشقانِ حدیث کو اور ان سے پوچھو کہ ان کی صحاح میں کیسی غیر صحیح باتیں درج ہیں۔ کیا یہ رسولِ خدا صلعم پر بہتان نہیں کہ انہوں نے گھوڑا حاصل کرنے کے لئے یہ گوارا کیا ہو گا کہ خزیمہ ان دیکھی گواہی دیں اور پھر آپ نے اس کی گواہی کو خود ہی دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہو گا۔ دوستو! تمہیں اللہ نے ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے جب علم و بصیرت کی روشنی سے دنیا منور ہو رہی ہے۔ اس قسم کی روایات سے ان پڑھ اور جاہل اہلیانِ مسجد کو تو وجد میں لایا جا سکتا ہے۔ حجروں کی دنیا میں تو یہ باتیں بڑی معتبر ہیں اور وہاں تو جھوم جھوم کر کہا جاتا ہے کہ دیکھو حضورؐ نے کس طرح اپنے مدِمقابل کو شکست دی۔ مگر جب حجروں سے باہر کی وسیع دنیا میں اسلاف کا یہ سرمایہ لے کر آپ نکلیں گے تو دنیا آپ کے مقدس رسول صلعم کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی؟

اے ربِ ذوالجلال

اے ربِ ذوالجلال! تیری کبریائی کی قسم! تیرا مقدس رسول ان الزامات سے پاک ہے۔ اے خدائے بزرگ و برتر! ان لوگوں سے اگر لاعلمی میں یہ حرکات سرزد ہوئی ہیں تو ان کی مغفرت فرما۔ ان لوگوں نے تیرے سچے رسولؐ کی صحیح قدر نہیں پہچانی۔ اپنی عقل و فکر سے کام نہیں لیا اور ایسی خلافِ عقل باتیں اپنی کتابوں میں درج کیں۔ اللھم اھدِ قومی فانھم لا یعلمون۔

رجوع الی الموضوع

ابن اشتہ کی کتاب المصاحف والی روایت ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور غور کیجئے کہ اس میں کس قدر زہر پھیلایا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ابو خزیمہ بن ثابت کی لائی ہوئی آیت قبول کر لی گئی اور عمر فاروقؓ کی لائی ہوئی آیت رد کر دی گئی۔

روایت پرستو! فاروقِ اعظمؓ کی عظمت سے نہ کھیلو

فاروقِ اعظمؓ کی عظمت و جلالت کو مدِ نظر رکھیے اور پھر اس روایت کو دیکھئے جس میں خزیمہ کو ان پر فوقیت دی جا رہی ہے اور محض اس کمزور روایت کی بنا پر جس کا ذکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]) اگر حالات نے اجازت دی تو انشاء اللہ تفسیر کے اس باب کو بھی اردو میں منتقل کر دوں گا۔ (مترجم)

ابھی ہو چکا۔ غور کیجئے کہ اس قسم کی روایات کن لوگوں نے گھڑی تھیں؟ آخر انہیں اس سے کیا مفاد حاصل ہوا؟ اگر آپ تعمق سے نظر ڈالیں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ روایت شیعہ حضرات نے وضع کی ہو گی اور محض اس لئے کہ ایک طرف تو حضرت علیؓ کے حامی حضرت خزیمہؓ کی جلالتِ شان مسلم ہو جائے دوسری طرف فاروقِ اعظمؓ کا مرتبہ لوگوں کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی جائے اور تیسرا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ فاروقؓ کی عظمت کے قائل ہوں اور انہیں سچا سمجھتے ہوں وہ جان لیں کہ قرآن کی ایک آیت کم ہو گئی اور اگر کوئی یہ مانے کہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ نے جھوٹ بولا تھا اور اپنی طرف سے عربی عبارت بنا کر لائے تھے کہ اسے قرآن میں لکھوا دیں۔ دیکھیں آپ نے مجم کی سازش؟ کیسے چالاک لوگ تھے؟ اور انہوں نے کس معصوم طریقہ سے ایسے زہر کو اسلامی لٹریچر کے رگ و ریشہ میں دوڑایا تھا؟ اللہ مسلمانوں کو باطل کے چنگل سے بچا اور خصوصاً اس باطل سے جو حق کی نقاب اوڑھ کر سامنے آتا ہے اور اسے پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔

جمع قرآن بعہد عثمانؓ

ابھی ہم جمع قرآن کی اجتماعی تاریخ بیان کرتے چلے آ رہے ہیں یہ تاریخ وہ ہے جو روایات سے اخذ کی گئی ہے۔ ساتھ کے ساتھ ہم اپنی تنقید سے ان روایات کا پول بھی کھولتے آ رہے ہیں۔ اب ہم ان روایات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جن میں جمع قرآن بعہد عثمانؓ کی تصریحات آئی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن مصحف کی شکل میں جمع کر لیا تھا تو پھر حضرت عثمانؓ نے کیا کیا؟ اس کے جواب میں اہل الروایت مختلف خیالات رکھتے ہیں۔ حاکم کا بیان ہے۔

عثمانؓ کے عہد میں سورتوں کی ترتیب ہوئی

"عثمانؓ کے عہد میں سورتوں کی ترتیب ہوئی" (مستدرک۔ الاتقان ج اول)

گویا قرآن حکیم جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جمع کیا تھا اس میں سورتوں کی ترتیب نہیں ہوئی تھی اور یہی کام رہتا تھا کہ کون سی سورت آگے ہے اور کون سی پیچھے۔ یہ کام حضرت عثمانؓ نے کر دیا۔ یہ خیال بہت لوگوں کا ہے۔ زیادہ تر اس بات کی طرف مائل ہیں کہ عہد عثمانؓ میں اختلافِ قرأت ختم ہوا بخاری شریف میں ہے۔

۱۔ اختلافِ قرأت ختم ہوا

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے موقع پر شامی و عراقی معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہ دونوں ممالک کے مسلمانوں کا اختلافِ قرأت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اس لئے جب آپ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا۔ آپ اُمتِ مسلمہ کی خبر لیجئے۔ کہیں وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ کے معاملہ میں مختلف الرائے نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے یہ بات سن کر حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحائف آپ کے پاس امانتاً رکھے گئے ہیں مجھے بھیج دیجئے۔ میں ان کی نقلیں لے کر واپس کر دوں گا۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمانؓ کو بھیج دئیے انہوں نے زیدؓ بن ثابت

عبداللہ بن زبیرؓ۔ سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشامؓ کو نقول لینے پر مامور کیا۔ اور تینوں قریشی بزرگوں سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو قریش کی ہی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشیوں کی اس جماعت نے مل کر حکم کی تعمیل کی اور جب وہ نقل کر چکے تو اصل صحائف حضرت حفصہؓ کو واپس بھیج دیے گئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصاحف میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس مصحف کے سوا اور جس قدر صحائف پہلے کے موجود ہوں انہیں جلا دیا جائے[1]۔ زید کہتے ہیں جس وقت ہم نے مصحف لکھا تو سورۂ احزاب کی ایک آیت ہمیں نہ ملی جو میں نے رسول خدا صلعم سے سنی تھی۔ پھر یہ آیت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس ملی اور وہ ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ..... الخ چنانچہ ہم نے اس آیت کو سورۂ احزاب میں شامل کر دیا (بخاری باب جمع القرآن)۔

راوی کون ہیں؟

متذکرہ روایت کے راوی ہیں موسیٰ بن اسمٰعیل، ابراہیم بن سعد، وہی زہری اور انس بن مالک۔ اس وقت ہم ابراہیم بن سعد کے متعلق ابن حجر کا یہ فقرہ درج کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ فرماتے ہیں

"یہ زہری کی حدیثوں میں بہت ضعیف سمجھے جاتے ہیں" (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۲۲)

اور ابراہیم بن سعد کے بعد کے راوی تو زہری ہیں۔ وہی جانے پہچانے زہری۔

ترمذی کا اضافہ

یہی روایت ترمذی نے محمد بن بشار، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابراہیم بن سعد اور زہری سے لی ہے۔ مگر آخر میں یہ اضافہ کر دیا ہے کہ

"زہری نے کہا ایک روز کاتبوں میں "تابوت" کے تلفظ میں اختلاف ہوا۔ قریشی "تابوت" کہتے تھے۔ اور حضرت زیدؓ "تابوہ" پر مُصر تھے یہ اختلاف حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا "تابوت" لکھو کیونکہ قریش کی زبان میں قرآن اترا ہے" (ترمذی)

حضرت صدیقؓ نے تو صرف زید بن ثابت پر اعتماد کیا مگر حضرت عثمانؓ نے ایسا نہ کیا

مزید تائیدی روایات نقل کرنے سے پیشتر اس امر پر غور کیجئے کہ حضرت صدیقؓ کے دل میں جب جمع قرآن کا خیال ہوتا ہے تو وہ صرف حضرت زید بن ثابت پر اعتماد کر لیتے ہیں مگر حضرت عثمانؓ ایسا نہیں کرتے اور پھر جب "تابوت" اور "تابوہ" کے

---

[1] بخاری میں یحرق ہے جس کے معنی ہیں "جلا دئے جائیں" لیکن ابن حجرؒ بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ اکثر روایات میں یخرق ہے جس کے معنی ہیں باقی صحائف خرقہ کی طرح لپیٹ کر رکھ دئے جائیں یعنی ان سے کام نہ لیا جائے (فتح الباری ج ۹ ص ۱۶) مگر ابن حجر کا وثوق کیا کرے گا. جب ہر تاریخ میں یہ ملے گا کہ باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف جو الزامات لگائے تھے ان میں سرفہرست یہی صحائف جلانے کا الزام تھا۔ نیز یخرق کے معنی پھاڑ ڈالنا بھی تو ہیں ـــــــ سیفی۔

تلفظ میں اختلاف ہو تو اس سے مراد حضرت زیدؓ کا تلفظ غلط ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ کے عہد میں جو مصحف جمع کیا گیا تھا اس میں تابوت لکھا تھا یا تابوہ۔ یقیناً تابوہ لکھا ہوگا کیونکہ وہ زیدؓ ہی نے جمع کیا تھا۔ پس اس مصحف میں حضرت عثمانؓ نے تغیر کر دیا اور پھر نہایت تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس موقع پر زیدؓ کو سورۂ احزاب کی آیت یاد آتی ہے کہ وہ مصحف میں مفقود ہے حالانکہ یہی زید بن ثابت تھے جنہوں نے عہد صدیقیؓ کا مصحف لکھا تھا۔ وہ مصحف پڑھا بھی جاتا تھا مگر کسی کو خیال نہ آیا کہ اس میں ایک آیت نہیں۔ کیا ابوبکرؓ و عمرؓ اس کی تلاوت نہیں کرتے ہوں گے؟ یا حفاظ قرآن ہیں تو اللہ کے بیان کے مطابق اہل علم کے سینوں میں بھی محفوظ تھا پھر یہ آیت اتنے عرصے تک کیوں کسی کو یاد نہ آئی؟

۲۔ اختلافِ قرأت کی تائیدی روایات

اب ہم ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن کی قرأت میں کس قدر شدید اختلافات رونما ہو گئے تھے۔ علامہ ابن اشتہ نے ایوب کے طریق پر ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ:

"مجھ سے انس بن مالک نامی بنی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ عثمانؓ کے عہد میں قرآن کے اندر اس قدر اختلافات تھے کہ پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کے درمیان تلوار چل گئی۔ حضرت عثمانؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا لوگ میرے سامنے ہی قرآن کو جھٹلانے اور اس میں اس قدر غلطی کرنے لگے ہیں۔ غالباً مجھ سے جو دور ہوں گے ان کا حال بدتر ہوگا۔ اے رسول پاک کے صحابہؓ! تم جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لیے ایک مصحف لکھو۔ تمام صحابہ نے متفق ہو کر قرآن لکھنا شروع کیا۔ جب کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا تو وہ کہتے یہ آیت رسول خدا صلعم نے فلاں صحابی کو پڑھائی تھی پھر اسے بلایا جاتا چاہے وہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر بھی کیوں نہ ہوتا۔ جب وہ آتا تو اس سے آیت سنانے کو کہا جاتا۔ وہ سناتا تو اس وقت اس آیت کو لکھ دیا جاتا۔ پہلے اس کی جگہ چھوڑ دی ہوئی ہوتی۔" (کتاب المصاحف)

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ایسے معلوم ہوتے جو پچھلی روایات سے متضاد ہیں۔

(ا) حضرت عثمانؓ نے بخاری کی روایت کے مطابق حضرت زیدؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعیدؓ بن عاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حارث کو۔ نقلِ مصاحف پر مامور نہیں کیا تھا بلکہ تمام صحابہؓ سے اپیل کی تھی۔

(ب) مصحف لکھنے والا کوئی ایک نہ تھا۔ تمام صحابہؓ نے لکھنا شروع کیا نیز حضرت ابوبکرؓ کا جمع کردہ مصحف سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس قسم کا کوئی مصحف موجود ہی نہ تھا۔

(ج) کسی آیت کے خزیمہ بن ثابت کے پاس ملنے کا ذکر نہیں۔

ا‍ اسے الگ عنوان کے تحت وضاحت سے بیان کیا جائے گا۔ (سیفی)

اب مزید تائیدی روایات ملاحظہ فرمایئے امام ابن ابی داؤد الولید اور قلابہ کے طریق سے متذکرہ بالا روایت نقل کرتے ہیں۔

۳۔ " خلافتِ عثمانیؓ میں ایک معلم کسی شخص کی قرأت کے مطابق تعلیم دیتا تھا دوسرا کسی اور کی قرأت کے مطابق۔ بچے قرآن پڑھتے اور آپس میں اختلافات کرتے حتیٰ کہ یہ اختلافات معلمین میں بھی اس قدر شدت پکڑ گئے کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی قرأت پر کفر کے فتوے صادر کرنا شروع کئے۔ جناب عثمانؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے بھی قرآن میں اختلاف کرتے ہو اور دوسروں کی تغلیط کرتے ہو۔ جو لوگ مجھ سے دُور کے شہروں میں ہیں ان کے اختلافات تو اور بھی شدید ہوں گے۔ اے اصحابِ محمدؐ اتفاق سے کام لو اور لوگوں کے لئے ایک متفقہ مصحف تیار کرو۔ ابو قلابہ کہتے ہیں مجھ سے مالک بن انس نے کہا میں ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے ان کو قرآن لکھایا۔ اگر کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو معلوم کوئی ایسا آدمی یاد آ جاتا جس نے وہ آیت رسولِ خدا صلعم سے سنی ہوتی اور وہ موجود نہ ہوتا یا کسی دیہات میں ہوتا تو اس آیت کے اگلی پچھلی آیات لکھ لی جاتیں۔ اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دی جاتی۔ حتیٰ کہ وہ شخص آ جاتا یا اسے بلا لیا جاتا۔ جب مصحف لکھنے سے فراغت ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے مٹا دیا ہے۔ تمہارے پاس بھی اگر اس مصحف کے خلاف کچھ ہو تو مٹا دو۔" (کتاب المصاحف)

امام ابن ابی داؤد مصعب بن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ

۴۔ " حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا! رسولِ خدا صلعم کو تم سے جدا ہوئے ابھی تیرہ سال ہی گزرے ہیں مگر تم قرآن میں شک کرنے لگ گئے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ ابی بن کعب کی قرأت ہے اور یہ عبداللہ بن مسعود کی (اور دوسروں کو مخاطب کر کے کہتے ہو) خدا کی قسم تیری قرأت ٹھیک نہیں۔ میں تم میں سے ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس شخص کے پاس بھی قرآن میں سے کچھ ہو وہ میرے پاس لائے۔ چنانچہ کوئی کاغذ لاتا کوئی چمڑے کا ٹکڑا۔ جس میں قرآن لکھا ہوتا حتیٰ کہ اس طرح بہت کچھ جمع ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اندر آ گئے اور ایک ایک آدمی کو بلا کر قسم دے دے کر انہوں نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تم نے اسے رسولِ خدا صلعم سے سنا ہے۔ کیا رسولِ خدا صلعم نے تمہیں یہ کچھ لکھوایا تھا؟ وہ شخص اقرار کرتا۔ حضرت عثمانؓ اس سے فارغ ہو گئے تو لوگوں سے پوچھا تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلعم کے کاتب زید بن ثابت۔ پھر انہوں نے پوچھا تم میں لغتِ عربی کا ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا سعید بن العاص۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سعید لکھوائیں اور زید لکھیں۔ چنانچہ زید بن ثابت نے کئی مصاحف لکھے اور ان مصاحف کو حضرت عثمانؓ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔" (کتاب المصاحف)

۵۔ یہی امام ابن ابی داؤد انہی مصعب بن سعد سے اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

" حضرت عثمانؓ نے ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل کی قرأتوں کو سنا تو لوگوں کو خطاب کیا۔ ابھی تمہارے نبیؐ کی وفات کو ۱۵ سال ہوئے ہیں اور تم قرآن میں اختلاف کرنے لگے ہو۔ میں ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس

قرآن میں سے کچھ ہو جسے اس نے خود حضورؐ سے سنا ہو اسے میرے پاس لائے۔ چنانچہ لوگ لکڑی کی تختیاں ہڈیوں کے ٹکڑے۔ کھجور کی چھالیں لائے جن پر آیات لکھی تھیں۔ جو بھی آتا حضرت عثمانؓ اس سے پوچھتے کیا تم نے یہ کچھ رسول صلعم سے سنا ہے۔ پھر انہوں نے لوگوں سے پوچھا تم میں فصیح ترین کون ہے لوگوں نے سعید بن العاص کا نام لیا۔ پھر پوچھا بہترین ماہر کتابت کون شخص ہے؟ لوگوں نے جواب دیا "زید بن ثابت" آپ نے فرمایا اچھا زید لکھیں اور سعید لکھوائیں چنانچہ کئی مصاحف لکھے گئے۔ اور انہیں مختلف شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ (کتاب المصاحف)

ان دونوں روایات میں تیرہ سال اور پندرہ سال کا جو اختلاف آیا ہے بڑا واضح ہے اور پھر لطف یہ کہ دونوں روایتوں کا راوی ایک ہی ہے۔ یعنی مصعب بن سعد۔ اس فرق کو ذہن میں رکھیے اور آگے چلئے۔

امام ابن ابی داؤد مذکور محمدؒ سے نقل کرتے ہیں۔ صرف محمدؒ لکھا گیا ہے بعض نے اسے محمد بن سیرین سمجھا ہے اور اکثر نے محمد بن ابی گمان کیا ہے بہرحال جو صاحب بھی ہوں فرماتے ہیں۔

۱۔ وہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ ایک آدمی دوسرے کو کہتا جو کچھ تو پڑھتا ہے اس سے تو کافر ہو اس کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو ہوئی تو انہیں یہ بات بڑی گراں گزری انہوں نے قریش اور انصار کے ۱۲ آدمیوں کو جمع کیا۔ جن میں ابی بن کعب اور زید بن ثابت تھے۔ اور انہیں حضرت عمرؓ کے مکان کے صحن میں جمع کیا۔ حضرت عثمانؓ بھی ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ محمدؒ (ابن ابی یا ابن سیرین) کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر بن افلح نے بیان کیا جو ان لوگوں کے لئے قرآن لکھنے والوں میں سے ایک تھے کہ اکثر ان بارہ آدمیوں میں اختلافات ہو جاتا تھا تو اس اختلافی آیت کو مؤخر کر دیتے تھے۔ محمدؒ کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ لوگ کیوں اسے مؤخر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ محمدؒ کہتے ہیں میرا گمان ہے تم اسے یقین نہ بنا لینا کہ اختلافی آیت کو وہ اس لئے مؤخر کرتے تھے کہ اگر کوئی ایسا آدمی مل گیا جو حضورؐ کے آخری دور میں شریک رہا ہو تو اس سے پوچھ کر لکھیں گے۔" (کتاب المصاحف)

(دوسری قسط آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔)

قارئینِ "المنبر" سے

اگرچہ ملک بھر کے تمام اہم اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ ہفت روزہ "المنبر" لائل پور ———— چھ ماہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ تاہم قارئین المنبر کی جانب سے مسلسل خطوط موصول ہو رہے ہیں کہ المنبر نہیں مل رہا۔ ہم اس پابندی کو اٹھوانے کے لئے آئینی حدود کے اندر کوشاں ہیں۔ جونہی یہ پابندی رفع ہوئی "المنبر" حسب سابق معروف کار ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

(مینجر ہفت روزہ "المنبر" لاہور)

روایات کا قرآن ـــــ قسط (۲)

مذکورہ روایات میں اختلافات ہم نے جمع قرآن بعہد عثمانؓ کی روایات کو نمبر وار درج کیا ہے ان میں مندرجہ ذیل اختلافات واضح طور پر سامنے آگئے ہیں آپ نے بھی نوٹ کئے ہونگے تاہم ایک نظر پھر انہیں دیکھ لیجئے۔

۱۔ بخاری شریف کی روایت میں حضرت حفصہؓ سے مصحف منگوانے کا ذکر آیا ہے باقی کسی روایت میں یہ ذکر نہیں بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ جو آیات کاغذوں، چھالوں، ہڈیوں، چمڑوں وغیرہ پر لکھی ہوئی لائی گئیں انہی سے قرآن مرتب ہوا۔

۲۔ روایت نمبر (۱) میں ہے کہ نقل مصاحف کے کام پر چار آدمی مامور کئے گئے تھے۔ زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص، عبدالرحمٰن بن الحارث ـــ روایت نمبر ۲، ۳ میں ہے کہ تمام صحابہؓ نے مل کر قرآن جمع کیا اور مختلف مصاحف مرتب کئے۔ روایت نمبر ۴، ۵، ۶ میں ہے کہ دو آدمی زید بن ثابت اور سعید بن العاص اس کام پر مامور ہوئے روایت نمبر ۶ میں ہے کہ ۱۲ صحابہؓ نے یہ کام کیا

۳۔ پہلی روایت کو چھوڑ دیجئے تو باقی روایات سے معلوم ہوگا کہ قرآن کو پہلی مرتبہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمع کیا گیا۔

ہم بخوف طوالت ان روایات کے متن کو تنقید کی زد پر نہیں لاتے۔ آپ خود انہیں پڑھ لیجئے ان کا ضعف واضح ہو جائے گا۔

قدر مشترک ان تمام روایات میں البتہ ایک چیز قدر مشترک کی سی حیثیت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ عہد عثمانی میں قرآت کے اختلافات پیدا ہو چکے تھے جنہیں مٹانے کے لئے یہ قدم اٹھایا گیا۔

یہ قدر مشترک ہی کیوں ہو؟ بظاہر یہ قدر مشترک نظر آتی ہے کہ اختلافات قرآت پیدا ہو گئے تھے مگر کتب روایات کا یہ خاصہ ہے کہ ان میں مشترک بات رکھی ہی نہیں جاتی۔ منبع اختلاف میں ہی اگر اشتراک و اتحاد آ جائے تو بات کیسے بنے؟ ان لوگوں نے تو ایسا معجون الضدّین[1] تیار کر رکھا ہے کہ الامان والحفیظ۔ بھانت بھانت کی بولی، قسم قسم کی چوکھٹیں تاکہ آپ کوئی نظریہ قائم نہ کر سکیں۔ ہاں جیسا کچھ چاہیں اس ذخیرہ سے نکال لیں۔ چنانچہ اب یہ نظریہ بھی ختم کیجئے کہ عہد عثمانیؓ میں اختلافات قرآت پیدا ہو چکے تھے۔ اب ایک اور بات سنئے۔

عہد عثمانی میں لفظی اختلافات پیدا ہو گئے تھے امام ابن ابی داؤد یزید سے نقل کرتے ہیں کہ

"میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد کے اس حلقہ میں بیٹھا تھا جس میں حضرت حذیفہؓ تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اس وقت روکنے والے اور پولیس کے سپاہی نہیں تھے یکایک کسی نے پکار کر کہا کہ جو شخص ابوموسیٰ اشعری کی قرآت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشے میں آ جائے جو باب کندہ کے پاس ہے اور جو شخص عبداللہ بن مسعود کی قرآت پر قرآن پڑھتا ہو وہ ادھر اس گوشہ

---

[1] معجون الضدّین ایک ایسا معجون ہے جس میں تقریباً ۱۲۰ دوائیاں پڑتی ہیں اور تمام کی تاثیر ایک دوسرے سے مختلف بیان کی جاتی ہیں۔ اردو میں مجھے اس کا مترادف لفظ نظر نہیں آیا ویسے محاورتاً "چوں چوں کا مربہ" کہہ لیجئے۔ (مترجم)

میں جائے جو عبداللہ کے گھر کی طرف ہے۔ وہاں دو آدمیوں میں سورۂ بقرہ کی آیت پر اختلاف ہوا تھا۔ ایک پڑھتا تھا "فاتموا الحج والعمرۃ للبیت"[1] اور دوسرا پڑھتا تھا۔ "اتموا الحج والعمرۃ للّٰہ" حضرت حذیفہؓ کو غصہ آگیا آنکھیں لال ہوگئیں۔ انہوں نے اپنا کرتہ سمیٹ کر بغل میں کیا اور مسجد میں ہی کھڑے ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے عہد کا ہے اور فرمایا۔ یا امیرالمومنین میرے پاس آئیں یا میں ان کے پاس جا کر بتاؤں۔ لوگو! تم سے پہلی امتوں نے بھی یہی کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ خدا نے محمد صلعم کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے مومنوں کی معیت میں منکروں سے جنگ کی۔ حتیٰ کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کر دیا پھر خدا نے انہیں اٹھا لیا تو لوگوں نے بے لگام گھوڑے کی طرح ہر طرف دوڑ لگانی شروع کی پھر خدا نے فاروق اعظمؓ کو خلیفہ بنایا تو وہ عین اعتدال پہ تھے پھر خدا نے ان کو بھی اٹھا لیا تو لوگوں نے پھر ہٹ نعد! اس بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑ شروع کی۔ پھر خدا نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ واللہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگ اسلام میں ایسی جادہ پیمائی کریں جو پچھلی تمام جادہ پیمائیوں کو پیچھے چھوڑ جائے۔" (کتاب المصاحف)

یہاں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جسے آپ اب تک نحو زبر کا اختلاف سمجھ رہے تھے وہ لفظی اختلاف تھا۔ نیز ان روایات سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب حضرت عثمانؓ قرآن جمع کرنے لگے تو وہی کچھ لکھا گیا جو صحابہؓ نے مختلف چیزوں پر لکھا ہوا کر دیا تھا۔ کیا یہ کہ یہ مکمل قرآن تھا یا اس کی بعض آیات تھیں[2]؟ یہ خلش یقیناً آپ کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہوگی۔ مگر اس کا کوئی جواب اہل روایات کے پاس نہیں بلکہ منافقین عجم کی سازش ہی یہی تھی کہ یہ خلش آپ کے دل میں کھٹکے اور وہ مقصود انہیں حاصل ہو گیا۔

زید بن ثابت کے انتخاب پر عبداللہ بن مسعود کا اظہار ناگواری

جمع قرآن بعہد صدیقؓ اور جمع قرآن بعہد عثمانؓ میں تقریباً تمام روایات میں یہ بات آئی تھی کہ کتابت کا منصب حضرت زیدؓ کو ملا تھا۔ یہ چونکہ بھی قدرے مشترک تھی اس لئے یہ بات گھڑی گئی کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے زیدؓ کے انتخاب پر ناگواری کا اظہار کیا تھا۔ یہ بات زہری کو ہی سوجھی تھی اور انہوں نے ہی یہ کام کیا۔ سنئے۔

"ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھ کو عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بتایا کہ زیدؓ بن ثابت کا کتابت مصحف کے لئے انتخاب حضرت عبداللہ بن مسعود کو ناگوار گزرا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مسلمانو! میں تو کتابت مصاحف سے معزول کیا جاؤں اور یہ ذمہ داری ایک معمولی آدمی کے سپرد کی جائے۔ خدا کی قسم میں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب زید اپنے کافر باپ کی پیٹھ میں تھا اور اسی لئے انہوں نے اہل عراق سے کہا کہ اے اہل عراق! تم لوگ اپنے اپنے مصاحف کو مغلول (پوشیدہ) رکھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" و من یغلل

[1] معلوم نہیں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام کیوں نہیں لیا گیا (سیفی) [2] ابھی اس آیت پر بحث آرہی ہے۔ (سیفی)

يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳/۱۶۱) (جو شخص غلول کرے گا تو جس چیز کا غلول کرے گا اسے لئے ہوئے قیامت کے دن آئے گا)۔

پس تم بھی غلول کرو تاکہ اللہ سے ان مصاحف کے ساتھ مصافحہ کرو"۔ (ترمذی جلد دوم)

امام ابن ابی داؤد بھی مذکورہ بالا سند کے ساتھ اس روایت کا یہ متن نقل کرتے ہیں۔

"اے مسلمانو! مجھے تو مصحف کی کتابت سے الگ رکھا گیا اور یہ ذمہداری اس کے سپرد کی گئی کہ جب میں ایمان لیا تو وہ ایک کافر باپ کی صلب میں تھا"۔ (کتاب المصاحف)

امام مذکور آگے چل کر زر بن حبیش سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔

"میں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں پڑھیں اور زیدؓ بن ثابت بچہ تھا اس کے سر پر دو زلفیں ہوا کرتی تھیں"۔ (کتاب المصاحف) یہی روایت نسائی میں حبش کوفی سے مروی ہے۔

"غلول" والی روایت میں ابن ابی داؤد خاموش کیسے رہ سکتے تھے۔ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

"جب حضرت عثمانؓ نے اپنے مرتب کردہ مصاحف کے سوا باقی تمام مصاحف کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "لوگو! اپنے قرآن چھپا رکھو کہ مَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ (جو شخص چھپا کر رکھے گا قیامت کے دن اسے اپنے ساتھ لے کر آئے گا) اور بہترین چھپانے کی چیز قرآن ہی ہے جسے تم میں سے کوئی قیامت کے دن اپنے ساتھ لائے"۔ (کتاب المصاحف)

دوسری جگہ امام مذکور شقیق سے نقل کرتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ مَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عثمانؓ مجھے کس کی قرأت پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں نے خود حضورؐ سے ستر سے زیادہ سورتیں پڑھی ہیں۔ اور صحابۂ رسولؐ کو علم ہے کہ آج میں ان میں سے کتاب اللہ کا سب سے بڑا عالم ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہے تو میں سفر کر کے بھی اس کے پاس جاتا"۔ (کتاب المصاحف)

روایات پرستو! عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی پر تحریف معنوی کا الزام نہ دھرو

غلول کی جس آیت کو روایات میں بار بار دہرایا جاتا ہے اسے قرآن حکیم میں دیکھئے اور پھر سوچئے کہ قرآن کی آیت مقدسہ میں کس طرح تحریف معنوی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (۳/۱۶۱)۔

کسی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپائے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی ہوئی چیز کو قیامت کے دن۔ پھر پورا دیا

اپنے عمل کا پورا بدلہ پائے گا۔ اور اس پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

تمام ائمہ لغت و تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غَلَّ یَغُلُّ کے معنی ہیں خیانت کرنا یا خیانت کی نیت سے کسی چیز کو چھپانا۔ آیت خود وضاحت کر رہی ہے کہ غلول کرنی نبی کا فعل نہیں جو کوئی غلول کرے گا قیامت کے روز اس کو اسکے کئے کی سزا ملے گی۔ اور اس پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ روایت پرستوں میں سے اگر کوئی صاحب اس کے خلاف مطالب لے سکتے ہیں تو لے لیں اور ثابت کر دیں کہ غلول کو خدا نے مستحسن قرار دیا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ۔ کسی عربی خوان بچے کو سورۃ آل عمران کی مذکورہ غلول والی آیت دے دو اور اس سے مفہوم پوچھو تو وہ یہی کہے گا کہ غلول کی خدا نے مذمت کی ہے۔ جب ایسی بات ہے تو سوچو کہ کیا تمہاری روایات نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے قابل قدر صحابی کو قرآن کی معنوی تحریف کرنے والا نہیں بنا دیا۔ ہائے تمہاری گستاخیوں کی بے باک تلوار جو صحابہؓ کے نفوس مطہرہ تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

صحابہؓ کے باہمی تعلقات

پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ صحابہ کرامؓ جن کی تعریف میں خدا کے قدوس کا ارشاد ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ان کے باہمی تعلقات یہ روایات کس طرح پیش کر رہی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ مذکورہ کلمات ادا کرتے تھے اور (معاذ اللہ) ان کے منصب پر حسد کرتے تھے۔

احادیث دین کی بنیاد کجا دین کی صحیح تاریخ بھی نہیں

ایک انہی روایات پر کیا موقوف ہے۔ احادیث کی کتابیں اٹھائیے اور دیکھئے کہ احادیث نے صحابہؓ کے مقدس دامنوں پر کس قدر کثافت کے چھینٹے پھینکے ہیں۔ اور یہ کچھ عام کتابوں میں نہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے۔ وہاں حضرت علیؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت صدیقؓ کی بیعت نہ کی اور چھ ماہ تک حضرت فاطمہؓ کو علالت کی حالت میں اونٹنی پر سوار کر کے پھرتے تھے اور کہتے تھے خلافت ہمارا حق تھا۔ ہم سے چھین گیا۔ ہم طوالت کے خوف سے (معاذ اللہ) وہ ناپاک الزامات یہاں نہیں دہراتے جو احادیث کی کتابوں نے صحابہ کرامؓ پر لگائے ہیں۔ اسی بنا پر ہم کہا کرتے ہیں کہ روایت پرست تو کہتے ہیں کہ حدیث دین کی بنیاد ہے مگر دین کی بنیاد ہونا تو کجا وہ تو دین کی صحیح تاریخ بھی نہیں۔ اس بحث کو بھی ہم تدوین حدیث والے باب میں چھیڑیں گے۔

بر سر مطلب

ہم نے عرض کیا تھا کہ تقریباً تمام روایات میں یہ بات قدر مشترک نکلتی ہے کہ عہد صدیقؓ اور عہد عثمانؓ میں زید بن ثابت نے کتابت مصحف کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔ ابھی ابھی آپ دیکھ چکے کہ اتنا تو کہہ دیا گیا کہ یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بہت ناگوار گزری تھی۔ اب ایک اور روایت بھی دیکھ لیجئے جس میں اس کے بالکل برخلاف بیان دیا گیا ہے۔

ابی بن کعب لکھواتے تھے اور لوگ لکھتے تھے

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

"حضرت ابی بن کعب فرماتے تھے کہ خلافت ابوبکر صدیقؓ میں لوگ قرآن جمع کرنے لگے۔ مصاحف میں لوگ لکھتے تھے اور میں لکھواتا تھا تو جب لوگ سورۃ توبہ

کی آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم پر پہنچے تو انہوں نے گمان کیا کہ یہ آخری حصہ ہے جو نازل ہوا۔ ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے رسولِ خدا صلعم نے دو آیتیں پڑھائی تھیں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم ۔ الخ پس یہی قرآن کی آخری آیات ہیں جو نازل ہوئیں۔" (تفسیر ابن کثیر ج ۵، مسند احمد)

لیجئے زیدؓ بن ثابت والی بات بھی ختم ہوئی لکھانے والے تھے حضرت ابی بن کعب اور لکھنے والے تھے دوسرے لوگ ۔ اور وہ جو خزیمہ یا ابن خزیمہ کا جھگڑا تھا وہ بھی ختم ہوا کیونکہ سورۂ توبہ کی آخری آیات خود حضرت ابیؓ بن کعب کے پاس تھیں۔

اختلافِ قرأت

متذکرہ روایات میں ایک چیز بہت نمایاں ہو کر آپ کے سامنے آئی ہوگی اور وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ نے قرأت کے اختلافات کو مذموم سمجھ کر ختم کیا اور لوگوں کو ایک قرأت کا پابند بنا دیا۔ مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آج تک علمائے کرام اختلافِ قرأت کے قائل ہیں۔ تفاسیر دیکھئے تو اکثر آپ کو یہ تفاسیر ملیں گی کہ فلاں لفظ کو فلاں نے یوں پڑھا اور فلاں نے یوں۔ بلکہ اب تو ایسے قرآن بھی شائع ہو چکے ہیں جن کے حاشیہ پر لفظ کو دوسری طرح کی قرأت میں لکھا گیا ہے۔ اور آج اگر ان لوگوں کو کہو کہ جب حضرت عثمانؓ نے اتنے اہتمام کے ساتھ اختلافِ قرأت کو ختم کرنے کی سعی کی تھی تو ان کے نزدیک یہ اچھی چیز نہیں ہوگی تو پھر یہ ان روایات کا سہارا لیتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ قرأت کا اختلاف جائز ہے۔

اور یوں بھی ابھی ہم نے عرض کیا تھا کہ ذخیرۂ احادیث بھی دراصل تحسن العصبیہ ہے یہاں ہر بات مل سکتی ہے بس ذرا محنت سے کھنگالنا پڑتا ہے۔ جمع قرآن بعہدِ عثمانؓ کے ضمن میں ہم نے جن روایات کا تذکرہ کیا ہے ان میں آپ نے یہ چیز ضرور محسوس کی ہوگی کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرأت کے اختلافات پیدا ہو گئے تھے انہوں نے اسے برا سمجھا اور ختم کرنے کی جدوجہد کی۔ اب ہم آپ کو وہ روایات دکھاتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضور سے حضرت عثمانؓ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ قرآن سات قرأتوں پر اترا ہے۔ ابو یعلی الموصلی لکھتے ہیں۔

"حضرت عثمانؓ بن عفان منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا میں اس شخص کو قسم دیتا ہوں جس نے حضور صلعم سے یہ حدیث سنی ہے ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف۔ بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، چنانچہ ہر طرف سے صحابہ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ میں نے حضور کو یہ بات کہتے سنا ہے۔" (مسند کبیر)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اختلافِ قرأت کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ نے قرآن نازل ہی سات قرأتوں پر کیا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ کون ہوتے ہیں اختلافِ قرأت کو ختم کرنے والے؟ بات یہیں پر نہیں بلکہ یہ تک کہہ دیا گیا ہے کہ ایسے اختلافات حضورؐ کے زمانۂ اقدس میں بھی موجود تھے اور حضور نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ سنئے۔

مسلم شریف کی روایت

"حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اور ایسی قرأت سے اس نے قرآن پڑھا جو مجھ کو ممنوع

قراءت پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے پہلے سے مختلف قراءت میں قرآن پڑھا تب حضورؐ نے دونوں کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا انہوں نے پڑھا تو حضورؐ نے دونوں کو سراہا۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہو جو حالت کفر میں بھی نہیں ہوا تھا۔ حضورؐ نے میری حالت کو محسوس کر لیا اور میرے سینے میں ٹھوکا لگایا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ میں خود خدا کو سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا ۔۔۔ اے ابی میرے پاس پیغام بھیجا گیا کہ میں قرآن کو ایک قراءت پر پڑھوں تو میں نے واپس کیا اور درخواست کی کہ میری امت کو سہولت عطا کی جائے۔ دوبارہ حکم آیا کہ میں قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ میں نے پھر واپس کر دیا اور عرض کیا میری امت کے لئے مزید آسانی ہو تو سہ بارہ حکم آیا کہ قرآن کو سات قراءتوں پر پڑھو اور یہ واپسی پر جو میں نے تمہارے پاس اس کو واپس کیا کوئی ایک چیز مانگنے کا تمہیں حق ہے تو میں نے عرض کیا میری امت کو بخش دے تو حکم ہوا تیسرے سوال کو اس دن پر اٹھا رکھا ہے ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف راغب ہوں گے۔

(صحیح مسلم جلد اول)

روایت پرستو! خدا سے ڈرو

اس روایت میں جو زہر پھیلایا گیا ہے اس پر غور کیجئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بار بار ارشاد فرماتا ہے کہ میں کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ یُرِیْدُ اللّٰهُ۔ مگر معلوم نہیں روایت پرستوں کو کلام اللہ سے عراض میں کیا لطف آتا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ خدا حکم بھیجے اور یہی احکام رد کرے (معاذ اللہ) مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ روایت پرستو اپنی ان روایات کو دیکھو اور پھر سوچو کہ خدا کے متعلق کیا نظریہ قائم ہوتا ہے یا نہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ کی ذات اقدس و اعظم سے احکام غیر مآل اندیشانہ ہوتے تھے وہ یونہی بے سوچے سمجھے کوئی حکم دے بیٹھتا تھا۔ اور پھر حضورؐ اس حکم کو واپس کر دیتے تھے تاکہ اللہ اپنے فیصلہ میں ترمیم کرے کبھی تمہاری روایات کہتی ہیں کہ خدا نے ابتدا میں پچاس نمازیں اور چھ ماہ کے روزے فرض کئے تھے اور نبی صلعم بھی یہ بارِ گراں امت کے لئے لا رہے تھے کہ راستے میں موسیٰ علیہ السلام مل گئے انہوں نے بتایا کہ یہ فیصلہ بڑا بھاری ہے۔ جاؤ واپس جاؤ اور کچھ کمی کرا لاؤ۔ پھر نبی صلعم واپس جاتے رہے اور تھوڑی تھوڑی کمی ہوتی رہی۔[1]

بہرحال آپ نے مسلم شریف کی روایت دیکھی جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے دل میں تو تکذیب دین کا شدید جذبہ پیدا ہو گیا تھا مگر حضورؐ کے ٹھوکے سے بچ گئے اس معاملہ میں جاننے کیوں پیچھے رہتے۔ انہوں نے بھی ایک روایت گھڑ دی ہے اور اپنے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں قراءت کے شدید اختلافات موجود تھے اور محض لب و لہجے کے نہیں بلکہ الفاظ کے اختلافات تھے۔ یعنی ایک ہی سورۃ میں ایک صحابی کوئی الفاظ پڑھتا تھا تو دوسرا اسی سورۃ میں کوئی اور الفاظ پڑھتا تھا۔ جیسے مسعود بن مخرمہ اور

---

[1] ان روایات پر ہم نے مقدمہ تفسیر القرآن کے باب جات و نسخ میں بالتفصیل بحث کی ہے۔ (سنی)

عبدالرحمٰن بن عبد قاری کے واسطے سے فاروق اعظمؓ کی یہ روایت بیان ہوئی ہے۔

حضورؐ کے زمانہ میں قرآن کے الفاظ میں اختلاف تھا (معاذاللہ)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے ہشام بن حکیم کو حضورؐ کی زندگی میں سورۃ فرقان پڑھتے سنا تھا وہ بہت سے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہؐ نے نہیں پڑھائے تھے قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں نے بمشکل صبر کیا۔ پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہی کی چادر میں انہیں کس لیا اور پوچھا یہ سورت جو تم پڑھ رہے تھے تمہیں کس نے پڑھائی؟ انہوں نے کہا مجھے تو رسول اللہؐ نے پڑھائی تھی۔ میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ حضورؐ نے مجھے اس سے مختلف پڑھائی ہے۔ اور میں اسے کھینچتا ہوا رسول اللہؐ کی طرف لے گیا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے اسے سورۃ فرقان ایسے الفاظ میں پڑھتے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ ہشام پڑھو۔ چنانچہ ہشام نے اسی طرح رسول اللہؐ کے سامنے پڑھ دیا جیسا میں نے اسے پڑھتے سنا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: یونہی تو نازل ہوئی ہے۔" پھر فرمایا۔ "عمر! اب تم پڑھو" چنانچہ جس طرح حضورؐ نے مجھے پڑھائی تھی میں نے پڑھ دی تو حضورؐ نے فرمایا یوں بھی نازل ہوئی ہے" اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ یہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ (بخاری شریف ج ۲)

یہاں سے معلوم ہوا کہ سات حرفوں والا معاملہ محض لب ولہجہ کے اختلاف پر منحصر نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ دونوں قریشی مکی ہیں دونوں کی زبان ایک ہے لب ولہجہ ایک ہے مگر سورۃ فرقان کو ایسے اختلاف سے پڑھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں بمشکل اختتام نماز تک صبر ہوتا ہے اور پھر ان کی چادر میں کس کر حضورؐ کے پاس لاتے ہیں لیکن حضورؐ دونوں سے سن کر فرماتے ہیں۔ "یوں بھی نازل ہوئی ہے اور یوں بھی"

سات حرفوں سے کیا مراد ہے؟

معلوم ہوا کہ سات حرفوں سے محض قرأت یعنی لب ولہجہ اور زیر زبر کا اختلاف مراد نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ صحابہؓ کو اجازت تھی کہ وہ مرادف الفاظ استعمال کرتے رہیں یعنی قرآن حکیم کے الفاظ متعین نہ تھے بلکہ مفہوم مختلف الفاظ میں ادا کیا جا سکتا تھا تو قرآن بھی گویا روایت بالمعنیٰ ہے۔ (معاذاللہ) بخاریؒ کے مشہور شارح علامہ عینیؒ اسی روایت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے ان لوگوں کے قول کو مزید تقویت ملتی ہے جو کہتے ہیں کہ سات حروف سے مراد مرادف الفاظ میں مطالب ادا کرنا ہے خواہ وہ ایک ہی لغت سے کیوں نہ ہوں کیونکہ ہشامؓ اور عمرؓ دونوں قریشی ہیں اور ان کی لغت ایک ہے اور اس کے باوجود دونوں کے پڑھنے میں اختلاف ہو رہا ہے ابن عبدالبر اور اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں کہ سات حروف سے یہی مراد ہے" (عمدۃ القاری)

بخاری شریف کی اس روایت نے قرآن حکیم کے خلاف اعدائے دین کو کیا مواد فراہم کیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کی عبارت

سے لگائیے۔ پادری ایس۔ این۔ پال بخاری شریف کی محولہ بالا عبارت نقل کر کے کہتا ہے۔

قرآن حکیم پر پادری کا حملہ

مجھے مسلمانوں پر تعجب ہے کہ وہ بار بار کہا کرتے ہیں کہ توریت و انجیل محرف ہیں اور قرآن غیر محرف۔ کیا وہ خود اس قدر جاہل ہیں کہ بخاری کی یہ روایت ان تک نہیں پہنچی یا ہمیں وہ ایسا نادان سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی کتابیں دیکھے بغیر ان کی بات مان لیں۔ یہ روایت اس وضاحت سے محمد صلعم کو (معاذ اللہ) جھوٹا ثابت کر دیتی ہے کہ اور کسی چیز کی ضرورت تک نہیں رہتی۔ دیکھئے دونوں آدمی ایک دوسرے کے خلاف قرأت کر رہے ہیں۔ محمد دونوں کی قرأت سننے کے بعد کہتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے اور یہ بھی۔ پہلے سے انہوں نے کیوں نہیں بتایا کہ سورۂ فرقان کے فلاں الفاظ یوں بھی ہیں اور یوں بھی۔ اصل یہ ہے کہ انہیں خود یاد نہ تھا کہ ایک کو کیا پڑھایا ہے اور دوسرے کو کیا؟ اس لئے پہلے سنتے ہیں اور پھر دونوں کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ مسلمانو! توریت و انجیل پر طعن دھرنے والو! کبھی موسیٰ اور مسیح کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور اگر کوئی کہے کہ ہم اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے اسے نہیں مانتے تو میں کہوں گا تمہارے امام بخاریؒ تو اسے مانتے تھے نا؟ پھر ان کے متعلق کیا کہو گے؟ (HISTORY OF THE QURAN P.212)

امام بخاریؒ تو مانتے تھے نا؟

پادری نے آپ کے سینوں میں چھپی ہوئی اس کمزوری کو تاک لیا ہے جسے شخصیت پرستی کہتے ہیں اس لئے دکھتی رگ پکڑ کر بیٹھ گیا ہے کہ تم نہیں مانتے نہ مانو، امام بخاریؒ تو اسے مانتے تھے پھر ان کے متعلق کیا کہو گے؟ وہ روایت پرستوں کے قرآن پر حملے کر رہا ہے۔ اور روایت پرستوں سے پوچھ رہا ہے کہ جس امام بخاریؒ نے یہ روایت اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کی ہے اس کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ اگر وہ قرآن پر اعتراض کرتا تو ہم اسے دندان شکن جواب دیتے۔ اور وہ ہم سے امام بخاریؒ کے متعلق پوچھتا تو ہم کہہ دیتے ہمیں ان سے کیا سروکار؟ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لا کر ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ انہوں نے قرآن حکیم کتابی شکل میں امت کے حوالہ کیا تھا وہ آج تک محفوظ ہے۔ ہمیں ان ائمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر انہوں نے اعمال حسنہ کئے ہیں تو وہ ان کے لئے مفید ہیں۔ اگر ان سے غلط اعمال سرزد ہوئے تو ان کا مواخذہ ان سے ہوگا۔ تلک امۃ قد خلت۔

بہرحال یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ روایات کے قرآن میں عہد رسالت میں بھی صحابہؓ کو اختلاف تھا۔ کوئی کچھ پڑھتا تھا کوئی کچھ۔

قرأت میں قرآن کے الفاظ پر زیادتی

قرآن کے اختلافات جو آج بھی شائع ہیں ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن میں قرآن کے الفاظ پر زیادتی کی گئی ہے۔ ہم چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ آیت میں خط کشیدہ حصہ

ﷺ متعصب پادری کی دریدہ دہنی واقعی قابل مذمت ہے۔ مگر اس دریدہ دہنی کی اسے جرأت کیونکر ہوئی؟ اس طویل کتاب میں ایک مقام پر بھی اس نے قرآن حکیم کی آیت پر اپنی گستاخیوں کی بنیاد نہیں رکھی۔ وہ صرف روایات نقل کرتا گیا ہے اور پھر اپنے دل کے غبار سے کام لیتا کرتا رہا ہے۔ (مستیفی)

وہ ہے جو صاحب قرأت نے قرآن میں اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔

۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی قرأت میں بروایت سعید بن منصور آیت یوں ہے وَلَہٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِّنْ اُمٍّ۔ ابن عباسؓ کی قرأت میں بروایت بخاریؒ آیت یوں ہے لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔ ابن زبیر کی قرأت میں بروایت سعید بن منصور آیت یوں ہے وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیَسْتَعِیْنُوْنَ بِاللّٰہِ عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ "

(الاتقان ج اول)

اب ہم اس امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان نے مصاحف نقل کرائے تھے تو وہ کتنے تھے اور کس قسم کے تھے؟

مصاحف کی تعداد میں اختلافات

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

" حضرت عثمان نے دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں جو مصاحف ارسال کئے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ پانچ مصحف تھے" (الاتقان ج اول)۔

امام ابن ابی داؤد کا بیان ہے۔

"میں نے ابو حاتم سجستانی سے سنا وہ کہتے تھے کل سات مصحف تھے جن میں سے ایک ایک مصحف مکہ، شام، یمن بحرین، بصرہ، اور کوفہ کو ارسال کیا گیا اور ایک مدینہ میں رکھا گیا" (کتاب المصاحف)

مصاحف کا باہمی اختلاف

کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اختلافات قرأت ختم کرنے کے لئے ایک مصحف لکھوایا اور پھر اس کی نقول مختلف شہروں میں بھیجی گئیں۔ حضرت عثمانؓ نے جو مصحف پہلے لکھوایا تھا اسے امام کہتے تھے۔ چونکہ باقی مصاحف اسی امام کی نقل تھے اس لئے ان کے باہمی اختلاف کا سوال بھی پیدا نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر روایات کہتی ہیں کہ ان میں باہم اختلافات تھے۔ ہم مصحف عثمانؓ اور مصحف مدینہ کے چند اختلافات پیش کرسکتے ہیں۔ یہ اختلافات امام ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف سے نقل کئے گئے ہیں۔

مصحف عثمانؓ	مصحف مدینہ
۱۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ۔	۱۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ
۲۔ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ۔	۲۔ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ بِمَا کَسَبَتْ
۳۔ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِی الْاَنْفُسُ۔	۳۔ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ
۴۔ فَاِنَّ اللّٰہَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔	۴۔ فَاِنَّ اللّٰہَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ

مختلف شہروں میں جو مصاحف بھیجے گئے ان میں باہم اختلاف تھا!

تعجب کی بات یہ ہے کہ جو عثمانؓ اختلافات قرأت ختم کرنے کے لئے نقل مصاحف کا اقدام کرتے ہیں وہ مختلف شہروں میں جو مصاحف بھیجتے ہیں ان میں لفظی اختلافات ہیں ہم نہایت اختصار کے ساتھ صرف وہ آیات نقل کرتے ہیں جن میں بہت کچھ لفظی تغیرات ہیں۔

آیت		مصحف	آیت	مصحف
۱۔ وَاَوْصٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ ۔	(۲/۱۳۲)	مدینہ	وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ ۔	کوفہ و بصرہ
۲۔ لَئِنْ اَنْجٰىنَا ۔	(۶/۶۳)	مدینہ و بصرہ	لَئِنْ اَنْجَانَا ۔	کوفہ
۳۔ قُلْ رَبِّيْ يَعْلَمُ ۔	(۲۱/۴)	مدینہ و بصرہ	قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ ۔	کوفہ
۴۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا	(۴۶/۱۵)	کوفہ	وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۔	مدینہ و بصرہ
۵۔ هُوَ الَّذِيْ يَنْشُرُكُمْ ۔	(۱۰/۲۲)	شام	هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ ۔	عراق
۶۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔	(۹/۱۰۰)	مکہ	تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ۔	بصرہ
۷۔ وَالْحَبَّ ذَا الْعَصْفِ ۔	(۵۵/۱۲)	شام و حجاز	وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۔	عراق
۸۔ وَاِذْ اَنْجٰكُمْ ۔	(۷/۱۴۱)	شام و حجاز	وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ ۔	عراق
۹۔ وَلَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ ۔	(۶/۶۳)	کوفہ	وَلَئِنْ اَنْجَيْتَنَا ۔	بصرہ

امام ابن ابی داؤد نے تو ان اختلافات کی بڑی طویل فہرست دی ہے مگر ہم نے محض بطور نمونہ چند اختلاف نقل کئے ہیں۔

؎ قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

قرآن میں غلطیاں رہ گئیں (معاذ اللہ)

یہ تو تھے وہ تغیرات واختلافات جو مختلف مصاحف میں موجود تھے لیکن کتب روایات کو ابھی تک تسکین نہیں ہوئی۔ وہ یہ بھی کہہ رہی ہیں کہ معاذ اللہ قرآن حکیم میں ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوگئیں جو آج تک اسی طرح چلی آتی ہیں۔

عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر قرشی سے روایت ہے کہ

• جب مصحف لکھ کر لوگوں نے تیار کیا تو جناب عثمانؓ کے پاس لائے آپ نے اسے غور سے دیکھا اور فرمایا تم لوگوں نے نہایت اچھا اور بہت خوب کام کیا مگر اس میں زبان کی کچھ غلطیاں آگئی ہیں۔ جنہیں اہل عرب اپنی زبانوں سے درست کرلیں گے۔" (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، کنز العمال، الرد علی من خالف مصحف عثمان لابن الانباری)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ

• حضرت عثمانؓ نے جب مصحف کو دیکھا تو فرمایا اس میں عربیت کی کچھ خامیاں ہیں۔ اہل عرب انہیں

اپنی زبانوں سے ٹھیک کر لیں گے۔"

(کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، الرد علی من خالف مصحف عثمان لابن الانباری)

ابن اشتہ یحیٰی بن یعمر کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ

"حضرت عثمانؓ نے مصحف کو بہ نظر غائر دیکھا اور فرمایا خیر ہو گیا جو ہونا تھا۔ عربیت کی کچھ خامیاں رہ گئی ہیں مگر مجھے اہل عرب پر بھروسہ ہے کہ وہ انہیں اپنی زبان سے درست کر لیں گے۔" (کتاب المصاحف)

لیجے حضرت عثمانؓ نے اس قدر اہتمام سے اپنے عہد میں قرآن جمع کرایا اور انہیں اپنے مصحف پر اس قدر اعتماد تھا کہ باقی مصاحف کو جلا دینے کا حکم دے دیا مگر اس مصحف میں بھی خامیاں رہ گئیں جو انہوں نے خود محسوس بھی کی تھیں مگر پھر اصلاح نہیں کی اور محض اس لئے کہ یہ غلطیاں اہل عرب اپنی زبان سے ٹھیک کر لیں گے۔ کسی کو تو پوچھنا چاہیئے تھا کہ اہل عجم کیا کریں گے؟ مگر روایات کی دنیا میں عقل و فکر کا استعمال تو جائز ہی نہیں۔ اور آگے پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جس سعیدؓ بن عاص کو عربیت کا ماہر اور جس زیدؓ بن ثابت کو ماہر کتابت سمجھ کر یہ وظیفہ مفوض کیا گیا تھا ان کی غلطیاں دیکھ کر حضرت عثمانؓ پچھتا رہے ہیں۔ سنیئے

امام ابن ابی داؤد اور ابن الانباری عکرمہ سے نقل کرتے ہیں۔

"جب عثمان کے پاس مصحف لایا گیا تو اس میں انہیں کچھ غلطیاں نظر آئیں اس پر انہوں نے فرمایا اگر لکھنے والا بنو ہذیل کا اور لکھوانے والا بنو ثقیف کا ہوتا تو یہ غلطیاں نہ رہ جاتیں۔"

(کتاب المصاحف۔ الرد علی من خالف مصحف عثمانی)

ابو عبید اسی روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"جب مصاحف حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں سے کچھ الفاظ غلط پائے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ان الفاظ کو تبدیل نہ کرو کیونکہ عرب انہیں اپنی زبانوں سے بدل لیں گے یا انہوں نے کہا وہ اپنی زبانوں سے ان کے اعراب درست کر لیں گے۔ سنو اگر لکھنے والا قبیلہ ثقیف کا ہوتا اور لکھوانے والا قبیلہ ہذیل کا تو یہ غلطیاں بھی نہ پائی جاتیں" (فضائل القرآن۔ الاتقان ج ۱ ص۔ الرد علی من خالف مصحف عثمان کتاب المصاحف لابن اشتہ)

دونوں روایتوں کے راوی عکرمہ ہیں مگر پہلی روایت میں ہے کہ لکھنے والا بنو ہذیل میں سے ہوتا اور لکھوانے والا بنو ثقیف میں سے مگر اس روایت میں اس کے بالکل برعکس یہ آیا ہے کہ لکھنے والا بنو ثقیف میں سے ہوتا اور لکھوانے والا بنو ہذیل میں سے۔ مگر ایسے اختلافات تو کتب روایات کا خاصہ ہیں آپ اگر ان کا نوٹس لینے لگے تو "منکر حدیث" کی اصطلاح وضع ہو چکی ہے یہ لیبل فوراً آپ کے سر چسپاں دیا جائے گا۔ خیر ان باتوں کو چھوڑیئے اور آگے چلئے۔ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس کے متعلق روایت کرتے ہیں۔

"حضرت ابن عباسؓ نے آیۂ کریمہ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا کے بارے میں فرمایا بے شک یہ کاتب کی

غلطی ہے، دراصل حَتّٰی تَسْتَأْذِنُوْا وَ تُسَلِّمُوْا تھا۔"

(ابن جریر، سنن سعید بن منصور، ابن ابی حاتم)

ابن الانباری نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ

"حضرت ابن عباسؓ نے ایک آیت یوں پڑھی اَفَلَمْ یَتَبَیَّنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا ۔ لوگوں نے سنا تو کہا یہ آیت مصحف میں تو یوں لکھی ہے اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ ..... الخ ابن عباس نے جواب دیا "میرا خیال ہے تمہارے کاتب نے یہ آیت لکھی ہوگی تو اونگھ رہا ہوگا۔"

(الرد علی من خالف مصحف عثمانؓ)

ابن جبیر سے روایت ہے کہ

"حضرت ابن عباس وَقَضٰی رَبُّكَ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اصل میں وَوَصّٰی رَبُّكَ تھا دوسری واؤ صاد کے ساتھ چسپاں ہو گئی" (سنن سعید بن منصور۔ الاتقان)

ابن اشتہ نے یہی روایت نقل کی ہے کہ

"حضرت ابن عباس وَقَضٰی رَبُّكَ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اصل میں وَوَصّٰی رَبُّكَ تھا۔ کاتب نے سیاہی کا ڈوبا زیادہ لے لیا اور واؤ صاد سے چسپاں ہو گئی۔" (کتاب المصاحف۔ الاتقان)

سعید بن جبیر نے عمرو بن دینار کے طریق پر عکرمہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ

"حضرت ابن عباسؓ پڑھا کرتے تھے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ ضِیَآءً ۔ (قرآن کے موجودہ نسخوں میں اَلْفُرْقَانَ وَضِیَآءً ہے) اور کہتے تھے کہ تم اس واؤ کو یہاں سے لے کر اس جگہ کر دو۔ وَالَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ۔ ہے۔ (موجودہ نسخوں میں اس آیت کے شروع میں واؤ نہیں)" (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد)۔

اسی روایت کو ابن ابی حاتم نے بھی بیان کیا ہے مگر اس نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "اس واؤ کو یہاں سے اٹھا کر اس آیت میں رکھ دو۔ وَالَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ۔ (یہ سورہ مومن کی ساتویں آیت ہے۔ موجودہ نسخوں میں اس سے پہلے واؤ نہیں)"

(ابن ابی حاتم)

عطاء کے طریق پر حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ

"حضرت ابن عباسؓ آیہ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ۔ کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بدرجہا بڑھ کر صاحب عظمت و جبروت ہے کہ اس کا نور کسی قندیل کی شکل ہو۔ بات صرف یہ تھی کہ اس نے مومن کے نور کو قندیل سے تشبیہ دی تھی گویا آیت تھی مَثَلُ نُوْرِ الْمُؤْمِنِ كَمِشْكٰوةٍ ۔" (ابن ابی حاتم، کتاب المصاحف لابن اشتہ)۔

ابو معاویہ نے بواسطہ ہشام بن عروہ روایت کی ہے کہ

"عروہ نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آیاتِ کریمہ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (۲۰/۶۳) وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (۴/۱۶۲) اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ (۵/۶۹) کے متعلق پوچھا کہ ان میں کیونکر غلطیاں آگئیں تو انہوں نے فرمایا بھانجے! یہ لکھنے والوں کا کام ہے انہوں نے لکھنے میں غلطی کی"۔ (فضائل القرآن لابی جید۔ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد)۔

سیوطیؒ نے یہی روایت نقل کر کے لکھا ہے "اس کی اسناد بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہیں"۔ (الاتقان ج اول)

امام ابن ابی داؤد نے سعید بن جبیر کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ بھی ان غلطیوں کی نشاندہی کیا کرتے تھے۔

زبیر ابو خالد کہتے ہیں۔

"میں نے ابان بن عثمان سے پوچھا آیہ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (۴/۱۶۲)۔

میں یہ کیا ہے کہ آگے پیچھے رفع لایا گیا ہے اور المقیمین پر نصب ہے۔ ابان نے جواب دیا یہ کاتب کی غلطی ہے پچھلا حصہ لکھ چکا تھا اس نے پوچھا آگے کیا لکھوں۔ لکھنے والے نے کہا کہ المقیمین الصلوٰۃ لکھو۔[1] اس سے جو کچھ کہا گیا اس نے وہی لکھ دیا"۔ (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد)۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ان روایات میں قرآن حکیم کی تین آیات کو غلط بتایا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس غلط فہمی کا ازالہ بروقت کر دیا جائے کہیں کسی دل میں شک و ریب کے کانٹے نہ کھٹکتے رہیں۔ روایات کا تو یہی کام ہے کہ وہ قرآن کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالا کریں۔ ہم فدایانِ قرآن کا کام یہ ہے کہ ان کے تیروں کو اپنے سینے پر لیں۔ یہ بحث ذرا فنی ہوگی اس لئے دقیق نظر سے مطالعہ کیجئے۔

اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (۲۰/۶۳) پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں اِنَّ کو چاہیئے تھا کہ وہ هٰذَيْنِ لَسٰحِرَيْنِ کو منصوب کرتا۔ یعنی آیت یوں ہونی چاہیئے تھی۔ اِنَّ هٰذَيْنِ لَسٰحِرَيْنِ۔ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ــــ پر یہ اعتراض ہے کہ جس طرح مؤتون کی حالت فاعلی ہے اسی طرح مقیمون ہونا چاہیئے تھا۔ تیسری آیت پر یہ اعتراض ہے کہ جس طرح اِنَّ کا عمل صابئون پر بھی ہے اس لئے صابئین ہونا چاہیئے۔

ایک لطیف جواب

فرقہ معتزلہ میں امام ابوالہذیل بہت بڑے متکلم ہوئے ہیں خلیفہ مامون الرشید نے اس کے متعلق کہا تھا کہ "ابوالہذیل علم کلام پر اس طرح چھایا ہوا ہے جیسے بادل جانوروں کو اپنے سایہ میں

---

[1] یعنی امرا کتب کے بعد المقیمین الصلوٰۃ منصوب ہے کیونکہ یہ اس کا مفعول ہوا (لیبی)

لے لیتا ہے۔ اور فی الواقع ابو الہذیل کا پایہ علم کلام میں بہت بلند ہے۔ ہاں تو انہی ابو الہذیل سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ قرآن میں بعض باتیں علم نحو کے خلاف نظر آتی ہیں ایسا کیوں ہے؟ ابو الہذیل نے کہا ایک ایک آیت کا الگ جواب دوں یا ایسا جامع جواب دے دوں جو تمام اعتراضات رفع کر دے۔ سائل نے کہا یہی بہتر ہے کہ کوئی جامع جواب مل جائے ابو الہذیل نے کہا یہ تو آپ مانتے ہوں گے کہ قرآن عربی زبان میں اترا اور اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں تھے۔ یہ بھی آپ مانتے ہوں گے کہ ان لوگوں نے قرآن کی دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پس اگر وہ دیکھتے کہ اس میں زبان و بیان کی غلطیاں ہیں تو فوراً اس بات کا اظہار کرتے مگر انہوں نے کہیں ایسا نہ کیا۔ خود قرآن ان کے اعتراضات کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ پس اگر یہ بھی کوئی اعتراض ہوتا تو اس کا ذکر بھی قرآن میں ہونا چاہیئے تھا۔ پس جب ماننے والوں نے بھی اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار کے باوجود اسے مانا اور نہ ماننے والے نے بھی اس کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض نہ کیا تو ہم کون ہوتے ہیں[1] اعتراض کرنے والے۔ سائل مطمئن ہو گیا۔

اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ

اس آیت پر اعتراض کی جو روایت گھڑی گئی ہے وہی اس کے بطلان پر دلیل ہے۔ یہ اعتراض حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (معاذ اللہ) کیا انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اِنَّ کا عمل تثنیہ پر اس وقت ساقط ہوتا ہے جب کلام میں انتہائی تاکید مقصود ہو۔ آج بھی فصیح لوگ کہتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَانِ رجلان بلکہ یہ تک کہہ دیا جاتا ہے کہ مررت برجلان، جلست بین یداہ، رکبت علاہ حالانکہ عام خیال کے مطابق مررت برجلین، جلست بین یدیہ اور رکبت علیہ آنا چاہیئے۔ ہوبر الحارثی کہتا ہے۔ "وہ ... تزود منا بین اذناہ" حالانکہ عام خیال کے مطابق یہاں بین اذنیہ آنا چاہیئے تھا۔

حق یہ ہے کہ اصل میں یہ طریقہ بنو حارث کا ہے مگر عام عربی میں بھی اس کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔ دیکھئے شہیں فریدبک کہتا ہے "فبصرت منہ درہمان" حالانکہ تمہارے قانون کے مطابق درہمین آنا چاہیئے تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ اعتراضات ان عجمیوں نے پیدا کئے جنہیں عربی پر پوری طرح عبور نہ تھا۔ اور صرف و نحو کی متداول کتابیں دیکھ کر انہیں کچھ شد بد حاصل ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی طرح پر اس کا جواب[2] دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ہندوستان کے عالم شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی کتابوں میں قرآن پر اعتراض کرنے والوں کو بار بار یہی جواب دیا ہے۔ مگر نہ معلوم انہوں نے ابو الہذیل کا نام کہیں نہیں لیا۔ (سیفی)۔

[2] علامہ سیفی نے بہت سے جوابات دیئے ہیں لیکن میں انہیں حذف کر رہا ہوں کیونکہ وہ دقیق فنی جوابات ہیں جن کو سمجھنا ہمارے اردو داں طبقہ کے لئے مشکل ہے۔ میں نے صرف وہ جوابات اردو میں منتقل کئے ہیں جو نسبتاً آسان ہیں مگر اصل میں یہ ساری بحث علمائے کرام کے لئے مفید ہے۔ (مترجم)

(ا) إنْ (جو إنَّ کا مخفف ہے) کا اسم ضمیر شان یہاں محذوف ہے اور ھٰذانِ لَسَاحِرَانِ جملہ اسمیہ مبتدا اور خبر سے مل کر انْ کی خبر واقع ہوا ہے۔

(ب) ھٰذان میں ساحران یریدان کی مناسبت سے الف لایا گیا ہے جس طرح "سلاسلاً" کو اَغلالاً اور مِن سَبَاٍ کو بِنَبَاٍ کی مناسبت سے تنوین دی گئی ہے۔

وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ یہ اعتراض بھی محض عربی سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس کا جواب بھی کئی طرح پر دیا جاسکتا ہے۔
(ا) اصل میں أمدح کی تقدیر پر منصوب علی المدح ہے کیونکہ یہ وجہ بلیغ تر ہے۔ خرنق بنت ھفان کا شعر ہے۔

النازلین بکل معترک والطیبون معاقد الازر

اس شعر میں مقیمین و مؤتون کی طرح النازلین کا عطف الطیبون پر ہے۔

(ب) مقیمین قبل پر بھی معطوف ہو سکتا ہے۔ پھر تقدیر عبارت یوں ہوگی و مِن قَبْلِ المقیمین۔ چنانچہ لفظ قبل کو حذف کر دیا گیا جو مضاف تھا اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔ یعنی منصوب بہ نزع خافض ہے۔

اصل میں یہ عربی ادب کا عام اسلوب ہے قرآن میں ایک اور جگہ پر بھی اسی طرح ہے معلوم نہیں معاندین نے اسے کیوں غلط قرار نہیں دیا۔ دیکھئے بالکل اسی طرح منصوب کا عطف مرفوع پر لایا گیا۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ (۲/۱۷۷) موفون کا عطف صابرین پر ہے حالانکہ معاندین کے مطابق یہاں بھی صابرون آنا چاہیئے تھا۔

وَالصَّابِئُوْنَ یہ اعتراض بھی محض بے بنیاد ہے۔ کیونکہ عربی ادب میں یہ اسلوب نیا نہیں۔ اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ وَزَیْدٌ قَائِمَانِ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ ضابی البرجمی کہتا ہے ع فَاِنِّیْ وَقَیَّارٌ بِهَا لَغَرِیْبٌ — حالانکہ معترضین کے خیال کے مطابق فَاِنِّیْ وقیارًا آنا چاہیئے تھا۔

یہ تو محض جملہ ہائے معترضہ تھے اب ہم اصل موضوع کی طرف عنانِ قلم پھیرتے ہیں۔ جمع قرآن بعہدِ صدیقیؓ اور جمع قرآن بعہدِ عثمانیؓ کی روایات ہم بڑی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اور ہم نے یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اول الذکر دو حضرات کے متعلق بہت پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اس لئے سب سے پہلے ہم نے انہی روایات کو بیان کیا ہے اب ہم موخر الذکر حضرات کے متعلق وارد شدہ روایات کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی کچھ روایات پہلے درج کی جا چکی ہیں۔ انہی پر اکتفا کر لیا جاتا مگر چند دلچسپ روایات سے آپ محروم ہو جائیں گے۔ دلچسپ اس لئے کہ اگر ایسی روایات نہ ہوتیں تو ہمیں کتب روایت میں کھرے کھوٹے کی پرکھ جلد نہ ہو سکتی۔ یہ روایات دراصل لطیفے ہیں اور شاید اسی لئے

گھڑی گئی ہیں کہ پڑھنے والے چونکا کریں۔

قرآن حضرت عمرؓ نے جمع کیا تھا

اس سلسلے میں امام ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف سے ایک روایت ابتداء میں نقل کی جا چکی ہے اب دوسری روایات ملاحظہ فرمائیے۔

"حضرت عمرؓ نے جمع قرآن کا ارادہ فرمایا تو لوگوں کو خطاب کیا کہ جس نے حضورؐ سے کچھ بھی قرآن سیکھا ہو وہ اسے ہمارے پاس لائے۔ لوگوں نے آیات چھال، لکڑی، ہڈی وغیرہ پر لکھ رکھی تھیں پس وہ لے کر آئے۔ کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک دو گواہ نہ لئے جائیں۔ پس اس حال میں حضرت عمرؓ شہید کردئیے گئے۔" (کنز العمال، ابن ابی داؤد، ابن عساکر)

ابھی ابھی آپ نے سنا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے لغت قریش میں قرآن لکھنے کا حکم دیا تھا اب حضرت عمر فاروقؓ کا حکم بھی سنئے۔

"حضرت عمرؓ نے جب مصحف جمع کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہؓ کی ایک جماعت لکھنے کے لئے بٹھائی اور کہا کہ اس کو لکھو۔ قبیلہ مضر کی زبان میں کیونکہ قرآن ایک مضری شخص پر اترا ہے" (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد)

امام ابن ابی داؤد ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مصاحف کو یا تو جوانان قریش لکھیں یا جوانان ثقیف" (کتاب المصاحف فضائل القرآن لابی عبید)

حضرت عثمانؓ نے بھی لکھوانے کا کام سعید بن العاص کے سپرد کیا تھا اور لکھنے کا کام حضرت زیدؓ بن ثابت کے سپرد کیا تھا۔ بالکل یہی روایت حضرت عمرؓ کے متعلق ہے۔

"حضرت عمرؓ قرآن جمع کرنے لگے تو انہوں نے صحابہؓ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ عربیت کا ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا سعید بن عاص۔ پھر پوچھا، اچھا لکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا زیدؓ بن ثابت۔ حضرت عمرؓ نے کہا سعید لکھوائیں اور زید لکھوائیں۔ لوگوں نے چار مصحف لکھے جن میں سے ایک مصحف کوفہ، ایک بصرہ ایک شام بھیجا۔ اور ایک حجاز میں رہا" (کتاب المصاحف لابن الانباری)

زہری کی ایک اور روایت

ابن شہاب زہری کے نام سے تو آپ اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں انہی کی ایک اور روایت سنئے جس میں پچھلی تمام روایتوں کو مات کر دیا گیا ہے۔ ابن الانباری لکھتے ہیں۔

"ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ جن کی تعداد تقریباً ۴۰۰ تھی تو زیدؓ بن ثابت حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا کہ یہی قرآن ہم لوگوں کے دین کا جامع ہے اگر یہ جدا ہو گیا تو ہمارا دین ختم ہو جائے گا اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ قرآن کو ایک کتاب میں جمع کر لیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہر جاؤ۔ ہم ابوبکرؓ سے پوچھ لیں تب دونوں حضرت صدیقؓ کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ جلدی نہ کرو ہم مسلمانوں سے مشورہ کر لیں پھر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں

اس وقت کی صورت حال اور جمع قرآن کی اہمیت پر تقریر کی۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ تو وہ لوگ قرآن جمع کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ منادی کر دے کہ جس شخص کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہو لائے تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا۔ جب تم لوگ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ جب وہ لوگ اس آیت پر پہنچے تو خبر کی۔ حضرت حفصہؓ نے کہا اس کے بعد لکھو۔ "وھی صلوٰۃ العصر" حضرت عمرؓ نے کہا "کیا تمہارے پاس اس کے قرآن ہونے کا کوئی گواہ ہے؟" انہوں نے کہا نہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم! قرآن میں ایسی کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی جس کو صرف ایک عورت بلا گواہ بیان کرے" اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تحمروا لله ان الانسان لبخیرہ وانہ فیہ الی آخر الدھر ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ چھوڑو اس بدوؤں جیسی عبارت کو میرے سامنے نہ لاؤ۔ (کتاب المصاحف لابن الانباری)

دیکھئے یہ روایت ہے تو زہری کی مگر پچھلی تمام روایات کے برخلاف ہے۔ یہاں خود زید بن ثابت جمع قرآن کی تحریک کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد کے تمام واقعات بھی پچھلی روایات کے برعکس ہیں پھر دیکھئے کہ حضرت حفصہؓ کی بات تو حضرت عمرؓ اس بات پر رد کرتے ہیں کہ ان کا کوئی گواہ نہیں تھا لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بغیر گواہ طلب کئے ڈانٹ دیتے ہیں۔[1]

قرآنی حقائق کا بصیرت افروز انسائیکلوپیڈیا

لغات القرآن

چار جلدوں میں

۱۸۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا قرآنی الفاظ و معانی کا یہ عظیم الشان سلسلہ قرآن کریم کے پیش کردہ حقائق و لطائف کو سمجھنے اور سمجھانے کے اعتبار سے ایک سنگ میل اور تاریخی کاوش فکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کے ایک ایک لفظ کی تشریح مستند کتب لغات اور خود قرآن کریم سے اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس سے قرآن کی تعلیم اور نظام نکھر اور ابھر کر نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ (جلد اول، دوم، سوم ۲۰ روپیہ فی جلد، چہارم ۱۰ روپے، مکمل سیٹ ۷۰ روپے)

ادارہ طلوع اسلام ۲۵۔ بی گلبرگ لاہور سے بھی مل سکتی ہے۔

[1] اس امر کو خاص طور پر ذہن میں رکھئے آگے اس کا ذکر آئے گا۔ (سنی م)

(مسلسل)

روایات کا قرآن

قسط نمبر (۳)

علامہ السید احمد السیفی (مصری)
(ترجمہ :- سید نصیر شاہ صاحب میانوالی)

جن روایات کو ہم نے محض بخوف طوالت بغیر تنقید چھوڑ دیا ہے اصل میں ان پر تنقید کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی تنقید آپ ہیں۔ اب ہم ان روایات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن میں حضرت علیؓ کو جامع القرآن بتایا گیا ہے۔

قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا

ابن سیرین سے روایت ہے کہ "حضرت علیؓ نے وفات نبویؐ کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے میں دیر کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے پوچھ بھیجا کہ کیا آپ کو میری بیعت ناگوار ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں' بات دراصل یہ ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک اپنی چادر جمعے نماز کے ناوڑھوں گا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ترتیب نزول کے مطابق قرآن جمع کر رہے تھے ابن سیرین اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ کاش میں وہ کتاب پا لیتا اس میں بڑا علم تھا"

(کنز العمال - الاتقان - الاستیعاب)

ترتیب نزول کی روایت پر تنقید

اس روایت کا بہت ڈھول پیٹا جاتا ہے اور خصوصاً شیعہ حضرات کے ہاں تو قرآن کے غیر محفوظ ہونے کی دلیل ہی یہی ہے کہ اصل قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے

ترتیب نزولی کے مطابق مرتب کیا تھا۔ اس روایت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس پر کلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس روایت کے پہلے راوی ہیں خلف بن قاسم جو بالکل مجہول الحال ہیں۔ دوسرے راوی ہیں عبداللہ بن عمر۔ نہ معلوم یہ کون سے عبداللہ بن عمر ہیں۔ کیونکہ اس نام کے متعدد راوی ہیں۔ تیسرے راوی احمد بن محمد بن الحجاج ہیں جن کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں۔

"محدثین نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے اور اس کی روایات سے انکار کیا ہے" (تہذیب التہذیب)

علامہ نہوی نے کہا ہے "ان کے باپ، دادا، پردادا سب ضعیف تھے۔ ان کے شیخ احمد بن صالح ان کو کذاب کہتے تھے" (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۵۷)

رہے اسمٰعیل بن علیہ تو اس نام کا کوئی راوی نہیں ہاں ابراہیم بن اسمٰعیل بن علیہ راوی ضرور ہیں مگر انہیں صاحب لسان المیزان جہمی خبیث ملعون کہتے ہیں۔ اور کوئی بھی انہیں ثقہ نہیں سمجھتا۔ سیوطی نے ابن ہودہ کے طریق سے بھی یہ روایت نکالی ہے مگر وہ ابن ہودہ کو بھی ثقہ نہیں کہتا وہ شیعہ بھی تھا تقیہ کی علامت ق اس کے نام کے ساتھ موجود ہے۔

تعجب ہے کہ اس ضعیف ترین روایت کو بنیاد بنا کر بڑے بڑے محدثین کہا کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مصحف ترتیب نزولی کے مطابق تھا۔ حق یہ ہے کہ اگر ترتیب نزولی کی کوئی اہمیت ہوتی تو اللہ اسی ترتیب سے قرآن مرتب کرنے کا حکم دیتا اور حضورؐ اس ترتیب سے مرتب فرما کر امت کے حوالے کرتے۔ ہمارا ایمان ہے اور پچھلے باب میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ ہمارا ایمان علیٰ وجہ البصیرت اور علیٰ رؤس الاشہاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن کو اسی ترتیب میں مرتب فرمایا ہے اس کا ارشاد ہے

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○

ہم نے اسے احسن ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔

دوسری جگہ ہے۔

عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

پس یہ سب کچھ جو اختلاف قرأت وغیرہ کے سلسلے میں بیان کیا جاتا رہا ہے۔ غلط ہے محض افترا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان اکاذیب و اباطیل سے بری ہے۔ اسی نے قرآن اتارا ہے اسی نے اس کی آیات کو سورتوں میں مرتب فرمایا اور اسی نے سورتوں کو ترتیب دی۔

سورتیں کس نے بنائیں ہیں؟

پچھلے باب میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ سورتوں کی تعداد خود خدائے قدوس نے معین کی مگر روایات، قرآن کی تردید میں کہتی ہیں کہ صحابہ خود چند آیات کے مجموعہ کو سورت بنا لیتے چنانچہ یحییٰ بن عباد کی روایت امام ابن ابی داؤد نقل کرتے ہیں کہ

"حارث بن خزیمہ سورۂ براۃ کی آخری دو آیت لائے اور انھوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان دونوں آیتوں کو رسول اللہ سے سُن کر بخوبی یاد رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے گفتگو کر کے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں نے بھی ان آیات کو سُنا ہے۔" پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورت بنا دیتا مگر اب انہیں قرآن کی سب سے آخری سورت شامل کر دو۔" (کتاب المصاحف)

اس روایت میں وہ ذوالشہادتین والی بات تو پیدا ہی نہ ہوئی کیونکہ عمرؓ نے بھی ان آیات کی شہادت دے دی تھی۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ چند آیات کو ترتیب دے کر اپنے اجتہاد سے سورت بنا لیا کرتے تھے۔

اب ایک اور روایت سنئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی سورتوں کی مقدار تو حضورؐ متعین فرما گئے تھے صرف سورۂ براۃ اور انفال رہ گئی تھیں۔ سنئے عوف بن ابی جمیلہ سے روایت ہے کہ

سورۂ براۃ اور سورۂ انفال

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براۃ کو جو مئین میں سے ہے باہم ملا دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھا پھر انہیں سات بڑی سورتوں میں بھی شامل کر دیا، حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ رسول اللہؐ پر متعدد سورتیں نازل ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے جہاں آپؐ پر کچھ قرآن نازل ہوا کرتا آپؐ فوراً کاتبانِ وحی میں سے کسی کو بلا کر حکم دیتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھ دو۔ جس میں اس قسم کا ذکر آیا ہے انفال مدینہ میں نازل ہوئی تھی اور براۃ کا نزول سب سے آخر میں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں براۃ کا قصہ بھی سورۂ انفال کے قصے سے مشابہ تھا۔ اس لئے میں نے گمان کیا کہ سورۂ براۃ، سورۂ انفال کا ایک جزو ہے۔ رسول اللہؐ ایسی حالت میں انتقال فرما چکے تھے کہ ہمیں بتایا تھا کہ براۃ انفال کا حصہ ہے یا اس سے الگ۔ اسی لئے میں نے ان سورتوں کو ساتھ ساتھ رکھ دیا۔ اور ان کے مابین بسم اللہ کی سطر نہیں لکھی اور اسے سات بڑی سورتوں کی صف میں جگہ دی۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد۔ ابن حبان حاکم۔ الاتقان)

اس روایت پر تنقید کرنا ہم تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ صرف عوف بن ابی جمیلہ کے متعلق ابن حجر کا یہ فقرہ پڑھ لیجئے۔

"عوف بن ابی جمیلہ قدریہ، رافضی ۔۔۔۔ تھا۔" (تہذیب التہذیب)

سورتوں کی ترتیب

قرآن حکیم سے واضح ہے کہ جب قرآن جمع کرنا اور اسے ترتیب دینا خدا کے ذمہ ہے تو لازماً اسی نے ہی سورتوں کی ترتیب قائم کی کیونکہ سورتوں کی ترتیب ہی کا نام تو جمع قرآن ہے۔ لیکن دوسری طرف امام سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

"جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سورتوں کی ترتیب صحابہؓ کے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔" (الاتقان ج اول)

سیوطیؒ نے یہ بات کچھ یوں ہی نہیں کہہ دی۔ امام بخاریؒ نے بھی ایک روایت اس کی تائید میں نقل کی ہے فرماتے ہیں۔

"عراق سے ایک شخص حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ ام المومنین آپ اپنا قرآن لائیے تو میں اپنا نسخہ درست کر لوں۔ کیونکہ لوگ قرآن کو بے ترتیب پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کسی سورت کے پہلے پیچھے پڑھنے میں کیا حرج ہے۔" (صحیح بخاری باب تالیف القرآن)

دیکھا آپ نے یہ مصحف حضرت عائشہؓ کے پاس تھا ایک مصحف عراق والے اس شخص کے پاس بھی تھا جو اپنا نسخہ درست کرنے آیا تھا۔ اب یہ بات امام بخاریؒ سے کون پوچھے کہ یہ مصاحف کس زمانہ میں جمع کئے گئے تھے؟ ممکن ہے مداحانِ بخاریؒ کوئی جواب دے سکیں۔

مختلف صحابہؓ کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب مختلف تھی

مذکورہ بالا روایت میں حضرت عائشہؓ پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کسی سورت کے پہلے پیچھے پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ قرآن کی ترتیب بگاڑنا درست نہیں۔ اس سلسلہ میں میں ائمہ حنفیہؒ کو برسرِ حق سمجھتا ہوں جو اس طرح ترتیب بگاڑنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ خیر بہر حال روایات کہتی ہیں کہ مختلف صحابہؓ نے جو مصاحف مرتب کئے تھے ان کی ترتیب مختلف تھی۔

مصحفِ علیؓ

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

"مصحفِ علیؓ کی ترتیب یوں تھی سورہ اقرأ۔ المدثر۔ المزمل۔ تبت۔ تکویر۔ الخ"

(الاتقان۔ الفہرست)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

"مصحفِ علیؓ کی ترتیب یوں تھی۔ اقراء۔ المدثر۔ ن والقلم۔ المزمل۔ تبت۔ الخ۔ (فتح الباری ج ۹ ص۳۸)

مصحفِ ابی بن کعب

امام ابن اشتہ کہتے ہیں کہ مصحفِ ابیؓ بن کعب کی ترتیب یوں تھی۔

"الحمد، البقرہ، آل عمران، الانعام، الاعراف، المائدہ، یونس، الانفال، براۃ، ہود، مریم الخ" (کتاب المصاحف لابن اشتہ۔ الاتقان)

مصحفِ عبد اللہؓ بن مسعود

جریر بن عبد الحمید کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے مصحف کی ترتیب یوں تھی۔

"البقرہ، النساء، آل عمران، الاعراف، الانعام، المائدہ الخ اس میں الحمد اور معوذتین[1] نہیں تھیں" (کتاب المصاحف لابن اشتہ۔ الاتقان)

---

[1] قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ان دونوں سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں۔ (مترجم)

ترتیب سور کے اختلافات کو یہیں چھوڑ کر ہم مختلف مصاحف کے لفظی اختلافات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

مصاحف میں لفظی اختلافات

مندرجہ ذیل اقتباسات امام ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف سے لئے گئے ہیں۔

۱۔ مصحفِ عثمانؓ

۱۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (۱/۱)

۲۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (۲)

۳۔ يتساءلون عن المجرمين ما سلككم فی سقر (۷۴)

۲۔ مصحفِ عثمانؓ

۱۔ آمن الرسول بما انزل عليه من ربه والمؤمنون

۳۔ مصحفِ عثمانؓ

۱۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (۴)

۲۔ فلا جناح عليه ان يطوف بهما (۲)

۳۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم (۵)

مصحفِ عثمانؓ

۱۔ ان الله لا يظلم مثقال ذرة (۴)

۲۔ بل يداه مبسوطتان (۵)

۳۔ يمريم اقنتی لربك واسجدی واركعی مع الراكعين (۳)

۴۔ ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم (۲)

مصحفِ عمرؓ فاروق

صراطَ من انعمت عليهم غيرِ المغضوب عليهم وغيرِ الضالين ۝

الله لا اله الا هو الحي القيام

يتساءلون ۝ يا فلان ما سلكك فی سقر

مصحفِ علیؓ

آمن الرسول بما انزل عليه وآمن المؤمنون

مصحفِ ابیؓ بن کعب

فما[1] استمتعتم به الی اجل مسمی فآتوهن اجورهن فريضة۔

فلا جناح عليه ان لا يطوف بهما

فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام متتابعات فی كفارة اليمين۔

مصحفِ عبداللہؓ بن مسعود

ان الله لا يظلم مثقال نملة

بل يداه بسطان

يمريم اقنتی لربك واركعی واسجدی مع الساجدين

مصحفِ عثمانی میں ٹھیک چوتھی آیت پر یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ فی مواسم الحج فابتغوا حينئذ۔

[1] مصحف ابی کی اس آیت کو ذہن میں رکھیے۔ [2] مصحف ابن عباسؓ میں بھی یہ آیت یوں ہی آئی ہے۔ (ابن ابی داؤد، مصحف ابن عباسؓ کے حاشیہ پر بحث کی گئی ہے)

۵۔ وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی (۲/۱۹۷)	وتزودو وخیر زاد التقوای
۶۔ من بقلها وقثائها وفومها وعدسها (۲/۶۱)	فُومِھا کی بجائے فُومِہا ہے۔
۷۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (۱۰۳/۱-۳)	والدھر ان الانسان لفی خسر وانہ فیہ الی آخر الدھر الا الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت وتواصوا بالصبر
۸۔ اولٰئک لھم نصیب مما کسبوا (۲/۲۰۲)	اولٰئک لھم نصیب ما اکتسبوا۔
۹۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا (۲/۱۴۸)	ولکل جعلنا قبلۃ یرضونھا۔
۱۰۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ (۲/۱۹۶)	واقیموا الحج والعمرۃ للبیت۔
۱۱۔ فولوا وجوھکم شطرہ (۲/۱۴۴)	تولوا وجوھکم قبلہ
۱۲۔ فازلھما الشیطٰن عنھا فاخرجھما مما کان فیہ (۲/۳۶)	فوسوس الشیطان عنھما فاخرجھما مما کان فیہ۔
۱۳۔ ان البقر تشابہ علینا (۲/۷۰)	ان البقر متشابہ
۱۴۔ ولا یقبل منھا شفاعۃ (۲/۴۸)	لا یؤخذ منھا شفاعۃ
۱۵۔ وان یاتوکم اسٰرٰی تفٰدوھم (۲/۸۵)	وان یؤخذ وا تفدوھم
۱۶۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا (۲/۱۲۷)	واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل یقولان ربنا تقبل منا۔
۱۷۔ لا تعبدون الا اللہ (۲/۸۳)	لا یعبدون الا اللہ
۱۸۔ ثم تولیتم الا قلیلا منکم (۲/۸۳)	ثم تولوا الا قلیلا منھم
۱۹۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم (۲/۱۷۷)	لا تحسبن ان البر
۲۰۔ یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام (۲/۲۱۰)	یاتیھم اللہ والملٰئکۃ فی ظلل من الغمام
۲۱۔ ان یخافا (۲/۲۲۹)	ان یخافوا
۲۲۔ من قبل ان تمسوھن (۲/۲۳۷)	من قبل ان تجامعوھن
۲۳۔ قال اعلم (۲/۲۵۹)	قیل اعلم
۲۴۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا (۲/۱۰۶)	ما ننسک من آیۃ او ننسخھا
۲۵۔ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (۲/۲۳۳)	لمن اراد ان یکمل الرضاعۃ
۲۶۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطٰی (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوٰت وعلی الصلوٰۃ الوسطٰی

۲۷۔ الحی القیوم (۳/۲)	الحی القیام
۲۸۔ وما یعلم تاویله الا الله (۳/۷)	وان حقیقة تاویله الا عند الله
۲۹ ویقتلون الذین یامرون بالقسط (۳/۲۱)	وقاتلوا الذی .....
۳۰۔ فنادته الملئکة وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرک بیحیی (۳/۳۹)	فناداه الملئکة یا زکریا ان الله یبشرک بیحیی
۳۱۔ فیوفیهم اجورهم (۳/۵۷)	فاوفیهم اجورهم
۳۲۔ بقنطار یؤده الیک (۳/۷۵)	بقنطار یوفه الیک
۳۳ بدینار لا یؤده الیک	بدینار لا یوفه الیک
۳۴۔ اذ قالت الملئکة یمریم ان الله یبشرک (۳/۴۵)	وقالت الملئکة یا مریم ان الله لیبشرک
۳۵۔ ویعلمه الکتب والحکمة (۳/۴۸)	ونعلمه الکتب والحکمة
۳۶ والله بما تعملون بصیر (۳/۱۵۶)	والله بصیر بما یعملون
۳۷ وان الله لا یضیع اجر المومنین (۳/۱۷۱)	والله لا یضیع اجر المومنین
۳۸ ونقول ذوقوا عذاب الحریق (۳/۱۸۱)	ویقال لهم ذوقوا عذاب الحریق
۳۹۔ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا — (۴/۱۰)	ومن یاکل اموال الیتامی ظلما فانما یاکل فی بطنه نارا وسوف یصلی سعیرا
۴۰۔ او یغلب فسوف نؤتیه اجرا عظیما (۴/۷۴)	او یغلب نؤتیه اجرا عظیما
۴۱ بیّت طائفة منهم (۴/۸۱)	بیّت مبیّت منهم
۴۲۔ وسوف یؤت الله المومنین (۴/۱۴۶)	وسیوتی الله المومنین
۴۳۔ فسوف نؤتیه اجرا عظیما (۴/۱۱۴)	فسنؤتیه اجرا عظیما۔
۴۴۔ اولئک سوف یؤتیهم اجورهم وکان الله غفورا رحیما (۴/۱۵۲)	اولئک سنؤتیهم اجورهم وقد نزل علیکم فی الکتاب وکان الله غفورا رحیما
۴۵۔ قال الله انی منزلها علیکم (۵/۱۱۵)	قال سانزلها علیکم
۴۶۔ ثم لم تکن فتنتهم الا ان قالوا (۶/۲۳)	ما کان فتنتهم الا ان قالوا
۴۷۔ توفته رسلنا (۶/۶۱)	تتوفاه رسلنا

۴۸- لیقص الحق (۶/۵۷)	لیقضی الحق
۴۹- کالذی استھوتہ الشیطن (۶/۷۱)	کالذی استھواہ الشیطن
۵۰- ولیقولوا درست (۶/۱۰۵)	لیقولو درس
۵۱- ان ھذا صراطی مستقیما (۶/۱۵۳)	فا ھذا سواطی مستقیما
۵۲- قالوا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا (۷/۲۳)	قالو ربنا الا تغفرلنا وترحمنا
۵۳- لیفسدوا فی الارض ویذرک والھتک (۷/۱۲۷)	لیفسد ما فی الارض وقد ترکوک ان یعبدوک آلھتک
۵۴- والذین یمسکون بالکتب (۷/۱۷۰)	ان الذین استمسکوا بالکتاب
۵۵- قل اذن خیر لکم یومن باللہ (۹/۶۱)	قل اذن خیر ورحمۃ لکم یومن باللہ
۵۶- الا ان تقطع قلوبھم (۹/۱۱۰)	ولو قطعت قلوبھم
۵۷- من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم (۹/۱۱۷)	من بعد ما زاغت قلوب طائفۃ منھم
۵۸- ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین (۱۱/۲۵)	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین (۱۱/۲۵)
۵۹- ان کنت علی بینۃ من ربی واتنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم (۱۱/۲۸)	ان کنت علی بینۃ من ربی فعمیت علیکم
۶۰- ولا تضرونہ شیئا (۱۱/۵۷)	ولا تنقصوہ شیئا
۶۱- فاسر باھلک بقطع من الیل ولا یلتفت منکم احد الا امراتک (۱۱/۸۱)	فاسر باھلک بقطع من الیل الا امراتک
۶۲- قل افاتخذتم من دونہ اولیاء (۱۳/۱۶)	قل اتخذتم من دونہ اولیاء
۶۳- ولا یلتفت منکم احد (۱۵/۶۵)	ولا یلتفتن منکم احد
۶۴- وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ (۱۶/۱۲)	وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والریاح بامرہ
۶۵- الذین تتوفھم الملائکۃ (۱۶/۲۸)	الذین توفاھم الملائکہ
۶۶- ولنجزین الذین صبروا اجرھم (۱۶/۹۶)	ولیوفین الذین صبروا اجرھم
۶۷- احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف (۱۷/۲۳)	اما احدو اما کلاھما فلا تقل

۶۸- تسبح له السموات السبع والارض - (بنی ۴۴)	يسبح له الارض وتسبح له السموات۔
۶۹- قبل ان تنفد كلمت ربى ــــــ (کہف ۱۰۹)	قبل ان تقضى كلمات ربى۔
۷۰- تكاد السموت يتفطرن منه (مریم)	تكاد السماء لتصدع منه
۷۱- انما صنعوا كيد سحر (طہ ۶۹)	.... كيل سحر
۷۲- من يغوصون له ويعملون عملا دون ذلك وكنا لهم حفظين (انبیاء ۸۲)	من يغوص له ويعمل وكنا لهم حفظين
۷۳- ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والآصال (نور ۳۶)	ويذكر فيها اسمه يسبحون له فيها رجال بالعشى والآصال۔
۷۴- وزلزلوا حتى يقول الرسول- (بقرہ ۲۱۴)	فزلزلوا يقول حقيقة الرسول
۷۵- ان الله لا يظلم مثقال ذرة (نساء ۴۰)	ان الله لا يظلم مثقال نملة
۷۶- وهو الذى ارسل الريح بشرا (فرقان ۴۸)	وهو الذى ارسل الرياح مبشرات
۷۷- وقال انما اتخذتم من دون الله اوثانا مودة بينكم فى الحيوة الدنيا (عنکبوت ۲۵)	انما اتخذتم من دون الله اوثانا تخلقون انما مودة بينكم فى الحيوة الدنيا
۷۸- ليكفروا بما آتيناهم وليتمتعوا (عنکبوت ۶۶)	ليكفروا بما آتاهم فتمتعوا۔
۷۹- هدى ورحمة للمحسنين - (لقمان ۳)	هدى وبشرى للمحسنين
۸۰- من يقنت منكن لله ورسوله وتعمل صالحا (احزاب ۳۱)	من تعمل منكم الصلحت وتقنت لله ورسوله
۸۱- سلام على آل ياسين (صافات ۱۳۰)	سلام على ادراسين
۸۲- كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار (مومن ۳۵)	يطبع الله على كل قلب
۸۳- اشهدوا خلقهم (زخرف ۱۹)	ما شهدوا خلقهم
۸۴- وعنده علم الساعة (زخرف ۸۵)	وانه عليهم للساعة
۸۵- لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم (حجرات ۱۳)	لتعارفوا خياركم عند الله اتقاكم
۸۶- فلا اقسم بمواقع النجوم (واقعہ ۷۵)	فلا اقسم بموقع النجوم۔
مصحف عثمانؓ	**مصحف عبداللہ بن عباسؓ**
۱- ان يطوف بهما ــــــ (بقرہ ۱۵۸)	ان لا يطوف بهما
۲- ان تبتغوا فضلا من ربكم فاذا افضتم (بقرہ ۱۹۸)	ان تبتغوا فضلا من ربكم فى مواسم الحج فاذا افضتم

۳۔ انما ذلکم الشیطن یخوف اولیاءہ (۵/۲۵)۔	انما ذلکم الشیطن یخوفکم اولیاءہ
۴۔ اولئک لھم نصیبا مما کسبوا (۲/۲)	...... مما اکتسبو
۵۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ (۲/۱۹۶)	واقیموا الحج والعمرۃ للبیت
۶۔ وشاورھم فی الامر (۴/۱۵۹)	وشاورھم فی بعض الامر
۷۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی (۱۷/۵۲)	وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی محدث
۸۔ وان عزموا الطلاق (۲/۲۲۷)	وان عزموا السراح
۹۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (۳/۷)	وما یعلم تاویلہ ویقول الراسخون آمنا بہ
۱۰۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر
۱۱۔ فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن (۵/۲۴)۔	فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فاٰتوھن اجورھن۔

مصحف عثمانؓ	مصحف عبداللہ بن زبیر
۱۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۲/۱۹۸)	لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج
۲۔ فی جنٰت یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر (۲۹/۱۵)	فی جنات یتساءلون یا فلان ما سلککم فی سقر

متعہ کی بحث | ۱۱۔ پر سورہ نساء کی آیت درج کی گئی ہے۔ اصل آیت یوں ہے۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ (ان عورتوں میں سے جن کے ساتھ تم نکاح کرو انہیں ان کے مہر دے دو) لیکن مصحف عبداللہ بن عباسؓ میں اور پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مصحف ابیؓ بن کعب میں یہ آیت یوں ہے۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ (پس جن سے تم مدت مقررہ تک نکاح کرو ان کو ان کے مہر حوالے کرو) اسی مدت مقررہ تک کے نکاح کو متعہ کہتے ہیں۔ شیعوں کے ہاں اسے حلال سمجھا جاتا ہے سنی اسے حرام کہتے ہیں لیکن جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ متعہ کرنے والے پر زنا کی حد لازم نہیں۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ ابیؓ بن کعب اور حضرت ابن عباسؓ کے مصاحف میں متعہ نصِ صریح سے حلال بتایا گیا ہے (معاذ اللہ) ہم تو ان جعلی مصاحف کے قائل ہی نہیں۔ مگر وہ لوگ کیا جواب دیں گے جو انہیں مانتے بھی ہیں اور متعہ کو حرام بھی کہتے ہیں۔ (حنیف)

۳۔ فیمیجو علی ما اسروہ (۲۰)	فیجبع الغسان علی ما سروہ
۴۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (۳/۱۰۴)	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویستعینون باللہ علی ما اصابھم واولٰئک ھم المفلحون
۵۔ صراط الذین انعمت علیھم (۱/۶)	صراط من انعمت علیھم

ہم نے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے صحابہؓ کے مصاحف کے باہمی اختلافات پیش کئے ہیں۔ امام ابن ابی داؤد نے تو بہت سی آیات لکھی ہیں۔ لیکن ہم نے معمولی اختلافات کو بخوف طوالت نظرانداز کر دیا ہے۔ اب ذرا آگے چلئے۔

مصحف عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ

امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابوبکر بن عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ

- عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پڑپوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ ہمارے ہاں تشریف لائے میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی۔ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کا مصحف دکھلاؤں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے وہ مصحف دکھایا تو اس میں بہت سے الفاظ ہمارے مصحف کے الفاظ سے بہت کچھ مختلف تھے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے ایک سیاہ جھنڈا بھی دکھایا جو موٹے کپڑے کا بنا ہوا تھا اس میں ایک دستہ اور دو گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں انہوں نے بتایا کہ یہ جھنڈا حضور کا ہے جو حضرت عمرو بن العاص کے پاس تھا۔ امام ابن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میرے والد ابی داؤد صاحب سنن نے ابوبکر بن عیاش ہی سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ مصحف ان کے دادا عمرو بن العاص کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔

مصحف ام المومنین حضرت عائشہؓ

مصحفِ عثمانؓ	مصحفِ عائشہؓ
۱۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر
۲۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (۳۳/۵۶)	ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی والذین یصلون الصفوف الاول یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

مصحف حضرت حفصہؓ وحضرت ام سلمہؓ

ان دونوں کے مصاحف میں بھی آیت ۲/۲۳۸ میں وصلوٰۃ العصر کا اضافہ موجود ہے[1]

---

[1] یہ تمام اقتباسات امام ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف سے لئے گئے ہیں۔ (مرتب)

مصاحف تابعین

شاید آپ اس غلط فہمی میں ہوں کہ حضرت عثمان رضؓ کی کوششوں سے امت ایک مصحف پر متفق ہوگئی ہوگی مگر ہماری کتب روایات میں ہے کہ دوسری صدی تک تابعین کے مصاحف میں یہ اختلافات موجود تھے۔ امام ابن ابی داؤد نے تابعین کے مصاحف کے اختلافات بھی بڑی تفصیل سے لکھے ہیں مگر ہم بخوف طوالت ان تفاصیل کو حذف کر کے صرف تابعین میں سے ان افراد کے نام لکھے دیتے ہیں جن کے مصاحف مصحف عثمانؓ سے مختلف تھے۔

"عبید بن عمیر لیثی، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، مجاہد بن جبیر مخزومی، سعید بن جبیر، علقمہ بن قیس نخعی، طلحہ بن مصرف ایامی، سلیمان بن مہران، اعمش کوفی، اسود بن یزید نخعی" (کتاب المصاحف)

پھر وہ مصاحف کیا ہوئے؟

ہم ان روایات پرستوں سے پوچھتے ہیں کہ اس قدر مصاحف آخر کیا ہوئے۔ کہاں گئے۔ کیوں آج ان کا وجود بھی دنیا سے معدوم ہوگیا ہے؟ معلوم نہیں بعض منافقوں کی گھڑی ہوئی یہ روایات ہمارے بھولے بھالے متقدمین نے کیوں اپنی کتابوں میں گھسیڑ لیں؟ منافقوں نے قرآن حکیم کو بھی توریت و انجیل کی طرح محرف ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسے بھی مشکوک ٹھہرانا چاہا۔ لیکن قرآن کا محافظ خدائے قدوس ہے اور سوچئے تو اس نے اپنی حفاظت کا فریضہ کس شان سے ادا کیا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کے مقابلہ میں صحابہ کرام کے اسمائے گرامی سے سینکڑوں جعلی مصاحف منسوب کئے تھے۔ آج ان کے دجل و فریب کی قلعی کھل چکی ہے۔ وہ جعلی مصاحف جانے کہاں گئے مگر قرآن آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اس کے زیر زبر اور نقطہ تک میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کے متعدد قدیم نسخے ہماری لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ ان نسخوں کو دیکھئے اور ہمارے قرآن کو دیکھئے کہیں زیر زبر کی کمی نہیں۔ لیکن قرآن کے نام سے جو جعلی مصاحف گھڑے گئے تھے دنیا کا کوئی فرد ان کے وجود کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ دنیا کا کوئی ادارہ تو حضرت ابی بن کعب کا یا حضرت عبداللہ بن مسعود یا حضرت عبداللہ بن عباس کا یا حضرت عائشہؓ کا مصحف شائع کرتا۔ دنیا کے کسی حافظ کے سینے میں تو ان جلیل القدر صحابہؓ کے مصاحف موجود ہوتے۔

اللہ اللہ۔ قرآن کی شان اور خدائے رحمٰن کی حفاظت کہ جو لوگ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں وہ بھی نہیں بتا سکتے کہ "اصل" قرآن کیا ہوا؟ کہاں گیا؟

مگر ہماری تیرہ بختی کہ دشمن جس قرآن کے بے مثال اعجاز کا اقرار کرتے ہیں نادان دوست اسے مشکوک ٹھہرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ تمہاری کذب بیانیوں اور دروغ بافیوں کا اثر قرآن پر نہیں ہو سکتا۔

خیر ہمارا موضوع تو محض یہ ہے کہ روایات کا قرآن پیش کریں۔ ابھی ابھی آپ نے پڑھا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے جو قرآن لکھوایا تھا باقی صحابہ اور تابعین کے صحائف اکثر آیات میں اس سے مختلف تھے۔ اب دیکھئے کہ حضرت عثمانؓ کے نسخے کا حشر کیا ہوتا ہے۔

مصحفِ عثمانیؓ میں حجاج بن یوسف نے تبدیلیاں کیں (معاذ اللہ)

امام ابی ابن داؤد نے عوف بن ابی جمیلہ[ا] سے روایت کی ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ میں جناب عثمانؓ کے مصحف میں گیارہ مقامات پر تبدیلیاں کی ہیں۔ ان تغیرات کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر	مصحفِ عثمانؓ	حجاج بن یوسف کی تبدیلی
۱	لَمْ يَتَسَنَّ	لَمْ يَتَسَنَّهْ (۳/۲۵۹)
۲	شَرِيعَةً وَمِنْهَاجًا	شِرْعَةً ومنهاجا (۶/۴۸)
۳	هُوَالَّذِي يُنَشِّرُكُمْ	هُوَالَّذِي يُسَيِّرُكُمْ (۱۱/۲۲)
۴	أَنَا آتِيكُمْ بِتَاوِيلِهِ	أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَاوِيلِهِ (۱۲/۴۵)
۵	سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ - لِلّٰهِ - لِلّٰهِ	سَيَقُولُونَ اللّٰهُ - اللّٰهُ - اللّٰهُ (۲۳ / ۸۹-۸۷-۸۵)
۶	مِنَ الْمُخْرَجِينَ	مِنَ الْمَرْجُومِينَ (۱۹/۱۱۶)
۷	معايشهم	معيشتهم (۲۵/۳۲)
۸	مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَاسِن	من ماء غيرآسن (۲۶/۱۵)
۹	وَاتَّقَوْا	وانفقوا (۲۷/۷)
۱۰	وماهوعلى الغيب بظنين	وما هوعلى الغيب بضنين (۳۰/۲۴)
۱۱	من المرجومين	من المخرجين (۱۹/۱۶۷)

آج ہمارے پاس حجاج بن یوسف کا اصلاح کردہ مصحف ہے

ان تمام مقامات کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج ہمارے پاس وہی قرآن ہے جو حجاج بن یوسف نے تبدیل کیا تھا۔ اور حجاج بن یوسف وہ شخص ہے جس کے ساتھ امت کی عقیدتیں نہیں بلکہ نفرتیں وابستہ ہیں۔ اس کو آج بھی لعنتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔

سازش ایک بہت بڑی سازش

یہ تھے روایات پہ یا عتراض تھا کہ نہ حضورؐ نے مرتب شکل میں امت کے حوالے کیں نہ صحابہ کرامؓ نے یہ کام کیا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا تھا کہ

ا؎ یاد رکھئے یہ وہی عوف بن ابی جمیلہ ہے جسے ابن حجر تہذیب التہذیب میں رافضی شیطان کہتا ہے۔ (سیفی)

ابن شہاب زہری نے پہلے پہل جمع حدیث کا کام شروع کیا تھا جو ایک تابعی تھا۔ اس اعتراض کا انتقام روایت پرستوں نے یوں لیا کہ جو قرآن تمہارے پاس موجود ہے وہ نہ حضور نے مرتب کر کے تمہارے حوالہ کیا تھا نہ صحابہ کا مرتب کردہ ہے۔ بلکہ یہ ایک تابعی حجاج بن یوسف کا اصلاح کردہ ہے۔ دیکھئے یہ کتنی گہری سازش ہے کیسی خطرناک اور کیسی زہرآلود؟

اب آپ کو روایات پرست گویا یہ بات کہہ رہے ہیں کہ دیکھو ہماری روایتوں کا مرتب تو ہے ابن شہاب زہری جسے متقی سمجھا جاتا ہے مگر تمہارا قرآن حجاج بن یوسف کا اصلاح کردہ ہے۔ اسی نے اس پر اعراب لگائے ہیں وہ حجاج جو ظلم و جور کے باعث آج تک بدنام ہے۔ غور کیجئے کہ قرآن کے خلاف اس سے بڑی سازش اور کیا ہو سکتی ہے؟

قرآن میں کمی بیشی ہو گئی ہے (معاذ اللہ)

اب ذرا دیکھئے کہ موجودہ قرآن کے متعلق روایات کیا کہتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے ابن شہاب زہری کا قول درج کرتے ہیں اور پھر روایات پیش کریں گے۔

"ابن شہاب زہری نے کہا مجھکو معلوم ہوا کہ قرآن بہت اترا تھا تو قرآن کے عالم جنہوں نے اسے حفظ کیا تھا جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور ان کے بعد اس کا اکثر حصہ نہ لکھا جا سکا اور نہ بعد میں کسی کو معلوم ہوا" (کنز العمال ج ۱، کتاب المصاحف لابن ابی داؤد)

یہ تو رہا زہری کا بیان اب روایات کو دیکھئے جن میں نشان دہی کی گئی ہے کہ قرآن کی فلاں آیات حذف ہو گئی ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں۔ (طویل روایت کی تلخیص درج کی گئی ہے)

"لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۲/۱۹۸) اصل میں فی مواسم الحج کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور حضرت ابن عباس بھی اسی اضافہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔"

(صحیح بخاری جلد اول کتاب البیوع)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ دیا

"آیت ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (۱۷/۳۲) کو حضرت ابی اس طرح پڑھتے تھے ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا الا من تاب فان اللہ کان غفورا رحیما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹوکا تو کہنے لگے میں نے حضور کی زبان سے یوں ہی سیکھی ہے اور تمہارا تو بازار کی خرید و فروخت کے سوا کچھ کام نہ تھا۔"

(ابن مردویہ۔ مسند ابی یعلی۔ کنز العمال)

یہ نہ سوچئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کب خرید و فروخت میں اتنے مستغرق رہتے تھے کہ معاذ اللہ قرآن یاد نہ کر سکے۔ سو آپ اب روایات کی بارگاہ میں ہیں اور سوچنا یہاں ممنوع ہے۔ یہ بھی نہ سوچئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو ابی بن کعب سے برسوں پہلے ایمان لا چکے تھے جو

ہمیشہ حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے انہیں تو آیت سنا آئے اور ابیؓ بن کعب کو یاد ہو۔

سورۃ بینہ میں کچھ اور آیات بھی تھیں

حضرت ابیؓ بن کعب سے روایت ہے کہ "مجھے رسولِ خدا صلعم نے بتایا اے ابی! مجھے حکم ہے کہ میں تیرے سامنے قرآن پڑھوں" تو آپ نے سورہ بینہ پڑھی اور اس میں یہ آیات بھی پڑھیں اِنَّ ذات الدین عند اللہ الحنفیۃ لا المشرکۃ ولا الیہودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ اور رسولِ خدا صلعم نے یہ آیات بھی پڑھیں لو کان لابن آدم واد لا بتغی الیہ ثانیا ولو اعطی الیہ ثانیا لا بتغی ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب" (کنز العمال)

یہ آیات آج قرآن میں موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن سے بعض آیات ضائع ہو گئی ہیں۔

حضرت ابیؓ بن کعب حضورؐ کے پاس رہتے تھے اور حضرت عمرؓ دروازے پر رہتے تھے!

پہلے آپ وہ روایت دیکھ چکے ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابیؓ بن کعب نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹ دیا تھا کہ میں حضورؐ سے قرآن سیکھا کرتا تھا اور تم خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اب اسی قسم کی ایک اور روایت دیکھئے۔

"سورہ فتح کی آیت اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ الخ میں حمیۃ الجاہلیۃ کے بعد حضرت ابیؓ بن کعب نے یہ الفاظ پڑھے وَلَوْ حَمِیْتُمْ كَمَا حَمُوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔ جب حضرت عمرؓ نے ٹوکا تو حضرت ابی کعب نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں رسول خدا صلعم کے پاس رہتا تھا۔ اور وہ مجھے اپنے سے قریب رکھتے تھے اور تم دروازے پر رہتے تھے۔ اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں لوگوں کو قرآن پڑھاؤں اور بالکل اسی طرح پڑھاؤں جیسا حضورؐ سے میں نے سنا ہے تو میں پڑھاؤں گا ورنہ جب تک زندہ رہوں گا کسی کو کچھ نہ پڑھاؤں گا۔

(نسائی۔ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد۔ مستدرک۔ صحیح ابن خزیمہ۔ کنز العمال)

ایک اور واقعہ

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سنئے اور پھر سوچئے کہ اس قسم کی روایات آخر عجمی سازش نہیں تو اور کیا ہیں؟

"حضرت عمرؓ کہیں جا رہے تھے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ مصحف سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ فاروقِ اعظمؓ نے سنا کہ وہ آیہ کریمہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کے بعد

وَ هُوَ اَبٌ لَّهُمْ بھی پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لڑکے یہ فقرہ مٹا دے، لڑکے نے کہا کہ یہ مصحفِ ابیؓ کا ہے۔ حضرت فاروقؓ ابیؓ کے پاس گئے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا "مجھے قرآن اپنی طرف مشغول رکھتا تھا اور تم بازار کی خرید و فروخت میں مگن رہتے تھے۔" (مستدرک۔ سنن سعید بن منصور۔ کنز العمال)

ایک اور آیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ "میں نے حضرت عمرؓ کے سامنے پڑھا لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَى الثَّالِثَ وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا "مجھے ابیؓ بن کعب نے یہ آیت پڑھائی ہے" حضرت عمرؓ ابیؓ کے پاس گئے اور پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے حضورؐ نے یہ آیت پڑھائی ہے۔

(مسند احمد۔ سنن سعید بن منصور۔ سنن ابو عوانہ۔ کنز العمال)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے بھی حضرت عمرؓ کو ڈانٹ دیا تھا

حضرت عبداللہ بن مسعود نے پڑھا لَا تَحْسَبَنَّ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَوْ لَوْ وَجْهٌ عِنْدَهُ طَلَبَ الْمَنْتُرَت تو حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا مجھے حضورؐ نے یونہی پڑھایا ہے دراصل مجھے قرآن اپنی طرف مشغول رکھتا تھا اور تم بازار کی خرید و فروخت میں مگن رہتے تھے اور ماخباس کے بھاؤ یاد کیا کرتے تھے۔" (سنن سعید بن منصور۔ سنن ابو عوانہ)

حضرت عمرؓ کے بدوؤں جیسی عبارت کہنے پر عبداللہ بن مسعود نے انہیں کیوں نہیں ڈانٹا تھا

پہلے آپ کتاب المصاحف ابن الانباری کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ قرآن جمع کرنے لگے اور حضرت عبداللہ بن مسعود یہ آیت لے کر آئے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ وَاِنَّهٗ فِيْهِ اِلٰى اٰخِرِ الدَّهْرِ ۝ تو حضرت عمرؓ نے کہا "ہٹاؤ اس بدوؤں جیسی عبارت کو" نہ معلوم اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ کیوں نہ کہا کہ مجھے قرآن اپنی طرف مشغول رکھتا تھا اور تم بازار کے بھاؤ یاد کیا کرتے تھے۔

روایت پرستو! فاروقِ اعظمؓ کی عظمت سے نہ کھیلو

صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا جو احترام کرتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خود حضورؐ ان حضرات سے جو محبت کرتے تھے وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے "مجھے شیخین اس لئے محبوب ہیں کہ حضورؐ اکثر کہتے تھے "میں نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے فلاں کام کیا"۔ میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ باہر نکلے" حتیٰ کہ مجھے یہ خیال آیا کہ حضورؐ مجلس کی حالت میں گویا ہر وقت

لہ اس سے ملتی جلتی عبارت پہلے بھی گزر چکی ہے مگر دونوں کو ملا کر دیکھئے ان میں کس قدر اختلاف ہے۔ (حنیفی)

انہیں ساتھ رکھتے تھے" ان لوگوں کا صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اتنا احترام تھا مگر یہ کیسی دردانگیز بات ہے کہ روایات میں حضرت عمرؓ جیسی شخصیت کبریٰ کو کبھی ابی بن کعبؓ ڈانٹتے ہیں اور کبھی عبداللہ بن مسعود۔ اور ڈانٹا بھی اس طرح جاتا ہے گویا وہ قرآن کا ذرہ برابر علم نہیں رکھتے۔ روایت پرستو! اللہ سے ڈرو اور ایسی روایات کو اپنی کتاب میں جگہ نہ دو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایسی کتب روایات کو تم نے دین سمجھ رکھا ہے تو تم سے بہت سخت بازپرس ہوگی۔

جملہ ہائے معترضہ کے بعد

ان معترضہ جملوں کے بعد پھر ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس معاملہ میں ہمیں قطعی مجبور سمجھئے کیونکہ ایسے مقامات پر قلم بالکل بے قابو ہو کر بہک جاتا ہے اور ہم موضوع سے کچھ دور ہو جاتے ہیں۔

ایک آیت دنیا سے ناپید ہو گئی

امام ابن ابی داؤد نے حسن کے طریق سے روایت کی ہے کہ

" حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کی کوئی آیت دریافت کی تو لوگوں نے کہا وہ تو فلاں صحابی کے پاس تھی جو معرکہ یمامہ میں قتل ہو گئے آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا "

(کتاب المصاحف۔ کنز العمال۔ الاتقان)

اب تک آپ جو روایات پڑھتے آئے تھے ان سے معلوم ہوتا تھا کہ آیات قرآن سے خارج ہو گئیں مگر روایات کی کتابوں میں ملجاتی ہیں۔ اب جو روایات آپ نے پڑھی ہے یہ زہری کے اس قول کی تائید کرتی ہے جو ابتداء میں درج کیا جا چکا ہے یعنی قرآن بہت اترا تھا پھر اس کا اکثر حصہ ضائع ہو گیا (معاذ اللہ) اب اور آگے چلئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سورتوں کی سورتیں موجودہ قرآن سے غائب ہیں۔

معوذتین کے قُل کا حذف

ان روایات سے پیشتر ایک اور دلچسپ روایت سن لیجئے۔ حضرت ابیؓ بن کعب کہتے ہیں۔

" رسول خدا صلعم نے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا قُل، یعنی کہہ، تو میں نے آگے کہا ابیؓ کہتے ہیں میں بھی اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضورؐ نے کہا یعنی بغیر قُل کے یہ دو سورتیں پڑھتا ہوں "

(بخاری پ ۲۰ قبل کتاب ایجاب فضائل القرآن)

سورۂ اخلاص کا قُل بچ گیا

تعجب ہے کہ یہاں فلسفیانہ موشگافی پیدا کر کے معوذتین کے "قُل" حذف کئے گئے مگر "قل ہو اللہ احد" یعنی سورۂ اخلاص کا قُل کیوں بچ گیا؟ اور دیگر مقامات پر خدا جہاں حضورؐ کو خطاب کر کے کہتا ہے اس حکم کے الفاظ بھی حذف ہوئے۔ مثلاً اللہ نے فرمایا "اقرا باسم ربک الذی خلق" تو یہاں "اقرأ" کو بھی حذف کرنا چاہیئے تھا۔ آخر صرف معوذتین کے "قُل" کیوں حذف ہوئے؟ مگر معوذتین کے قل کو دفع کیجئے۔ روایات تو آپ کو یہ بھی بتاتی ہیں کہ معوذتین سرے سے قرآن کی سورتیں ہی نہیں۔ سنئے کہ آپ کی کتب روایات نے یہ بہتان

حضرت عبداللہ بن مسعود پر تراشا ہے۔

معوذتین یعنی سورۃ فلق اور سورۃ الناس قرآن میں شامل نہیں (معاذ اللہ)

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، معوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ کی نہیں بلکہ یہ تو محض جھاڑ پھونک کے لئے اور نجی سے محفوظ رہنے کے لئے حضور نے سکھائی تھیں۔" (مسند احمد - ابن حبان)

عبدالرحمٰن بن یزید النخعی روایت کرتے ہیں کہ

"حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو اپنے مصاحف سے مٹا دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ میں شامل نہیں۔" (طبرانی - ابن مردویہ - زیادات المسند لابن احمد)

اسی عبدالرحمٰن بن یزید النخعی سے ایک اور طریق پر بھی یہ روایت وارد ہوئی ہے کہ

"حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو مصحف میں سے تراش دیا کرتے تھے یا مٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کتاب اللہ میں شامل نہیں۔ حضور نے تو ان عبارات سے محض خدا سے پناہ طلبی کا حکم دیا تھا۔ اسی لئے وہ انہیں نہیں پڑھا کرتے تھے۔" (طبرانی - بزار)

ان روایات کو دیکھتے ہی عقل سلیم فیصلہ کرتی ہے کہ یہ سب بے بنیاد اور لغو روایتیں ہیں اور منافق لوگوں نے مسلمانوں کو قرآن سے بدظن کرنے کے لئے گھڑی ہیں۔ اعدائے قرآن کی عادت ہی یہی ہے کہ روایت کو تراش کر کسی بزرگ صحابی سے منسوب کر دیتے ہیں، اور یہاں بھی وہی حربہ آزمایا گیا ہے۔ علامہ ابن حزم (جن کے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ وہ اپنے زمانے سے بہت پہلے پیدا ہوئے تھے) نے بڑی صراحت سے لکھا ہے۔

"یہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر کھلا اتہام ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن سے مٹا دیا کرتے تھے اور انہیں داخل قرآن نہیں سمجھتے تھے۔" (القدح المعلیٰ لتتمیم المحلیٰ)

روایت پرستی کی حد ہوگئی

ہم بارہا کہتے ہیں کہ جب انسان روایات کو معیار بنا لے تو قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے اور ہر ہر گام پر لغزشیں اس کا دامن تھامتی ہیں۔ دیکھئے ہمارے روایت پرست بھائیوں کے سب سے بڑے ستون علامہ ابن حجر نے کس طرح روایت پرستی کے زعم میں یہ باطل اقرار کیا ہے:

"احمد، بزار، طبرانی وغیرہ محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جس مصحف میں معوذتین پاتے تھے مٹا دیتے تھے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر غلط الزام لگایا گیا ہے اس کی بات قابل قبول نہیں کیونکہ بغیر کسی دلیل اور سند کے صحیح روایتوں پر طعن کرنا جائز نہیں۔ حق یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے انکار کے متعلق جس قدر روایات ہیں وہ سب صحیح ہیں۔" (فتح الباری شرح بخاری)

ہم اس معاملہ میں قطعی کچھ نہیں کہتے۔ آپ جانیں اور آپ کی کتب روایات۔ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم روایات کے انبارروں کی لاج رکھنے کے لئے قرآن کو مشکوک قرار نہیں دے سکتے۔ یہ کام تو ابن جریر ہی کر سکتے تھے اور انہوں نے کر دیا۔

سورۃ فاتحہ بھی شامل قرآن نہیں حضرت ابن مسعود پہ ایک اور بہتان

مذکورہ روایات کے ساتھ اس کا ڈھول بھی پیٹا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود سورۃ فاتحہ کو بھی شامل قرآن نہیں سمجھتے تھے اور جہاں بھی لکھی ہوئی پاتے مٹا دیتے تھے"

(بنایہ۔ طبرانی۔ نووی۔ الاتقان)

حضرت ابیؓ بن کعب صرف "قل" کے نہیں "کل" کے منکر تھے

ابھی ابھی آپ نے پڑھا تھا کہ حضرت ابیؓ بن کعب معوذتین کے قل کو داخل قرآن نہیں سمجھتے تھے اب یہ بھی سن لیجئے کہ وہ کل کے کل معوذتین کو حضرت عبداللہ بن مسعود کی ہم نوائی میں داخل قرآن نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں "حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابیؓ بن کعب معوذتین کو داخل قرآن نہیں سمجھتے تھے" (تفسیر ابن کثیر)

سورۃ الحفد اور الخلع

آپ متعجب ہوں گے کہ یہ سورتیں تو نہ ہم نے کبھی دیکھیں نہ سنیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ آپ نے کب دیکھا اور کب سنا تھا؟ روایات کہتی ہیں کہ قرآن میں دو اور سورتیں تھیں۔ ایک کا نام الحفد تھا اور ایک کا نام الخلع۔ یہ دونوں سورتیں حضرت عثمان نے قرآن میں درج نہیں کیں۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:-

"ابن مسعودؓ نے چونکہ اپنے مصحف میں معوذتین نہیں لکھیں اس لئے اس میں محض ایک سو بارہ سورتیں ہیں اور ابیؓ کے مصحف میں ایک سو سولہ سورتیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے آخر پر سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع بھی لکھی ہیں" (الاتقان ج اول)

امام محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ

"ابیؓ نے اپنے مصحف میں سورۃ فاتحہ۔ سورۃ الفلق۔ سورۃ الناس۔ سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع لکھی ہیں مگر ابن مسعود نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے معوذتین اور سورۃ فاتحہ کو تو لکھ لیا مگر سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع کو چھوڑ دیا" (فضائل القرآن لابی عبید)

حضرت علیؓ بھی سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع کو داخل قرآن سمجھتے تھے

ابن لہیعہ کے طریق سے ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن زریر الغافقی کہتے تھے۔

"مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا۔ چونکہ تو ایک

خشک دماغ دیہاتی آدمی ہے اسی لئے علیؓ سے محبت رکھتا ہے" میں نے کہا "واللہ میں نے اس وقت قرآن پاک جمع کیا جب تیرے ماں باپ باہم ملے بھی نہ تھے اور اس قرآن میں سے حضرت علیؓ بن ابی طالب نے مجھے دو سورتیں سکھائیں جو نہ تو نے سیکھی ہیں اور نہ تیرے باپ نے سیکھی تھیں وہ ہیں سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع جن کی عبارت یہ ہے :-

سورۃ الخلع :- "اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک"

سورۃ الحفد :- "اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعیٰ ونحفد نرجو رحمتک ونخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق"

(طبرانی کتاب الدعا)

دیکھئے یہ وہی دعائے قنوت ہے جو آپ وتروں میں پڑھا کرتے ہیں۔ بس پہلے حصہ میں معمولی سا فرق ہے۔ ابن لعیم کی شیعیت بھی رہی ہے مگر طبرانی وغیرہ کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے۔ اسی لئے تو نقل کر رہے ہیں۔

ابن الضریس کا قول بھی سنئے۔

"حضرت ابن عباسؓ کے مصحف میں ابیؓ اور ابو موسیٰؓ کی قرأت سے سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد نقل کی گئیں"۔ (بیہقی)

ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ

"خراسان میں امیر بن عبداللہ بن خالد بن اُسید نے نماز میں ہماری امامت کی تو اس میں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد پڑھیں"۔ (طبرانی)

خالد بن ابی عمران سے روایت ہے کہ

"جس وقت نبی صلعم نے حالات نماز میں قوم مضر کے لئے بددعا کرنے کا ارادہ کیا اس وقت جبریلؑ نے یہ دونوں سورتیں الخلع اور الحفد مع آیہ کریمہ لیس لک من الامر شیئی" نازل کیں"۔ (بیہقی المراسیل ابو داؤد)

یہ روایات آپ ملاحظہ فرما چکے اب اور لطائف سنئے۔

سورۃ براۃ سورۃ بقرہ کے برابر تھی

حاکم لکھتے ہیں۔

"سورۃ براۃ کو لمبی سورتوں میں اس لئے رکھا گیا کہ پہلے پہل وہ سورۃ بقرہ کے برابر تھی۔ پھر اس کا آغاز ساقط ہو گیا۔"

(مستدرک الحاکم)

مالک سے مروی ہے کہ:

"جس وقت سورہ براۃ کا آغاز ساقط ہوگیا تو بسم اللہ بھی نکل گئی کیونکہ یہ امر ثابت ہے کہ سورۃ براۃ طوالت میں سورۃ بقرہ کے برابر تھی۔" (اتقان ج اول)

آیتِ رضاعت

حضرت عائشہؓ صدیقہ پر یہ بہتان لگایا گیا ہے کہ وہ فرماتی تھیں

"قرآن میں اترا تھا کہ دس گھونٹ دودھ پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے پھر وہ منسوخ ہوگئی۔ اور پانچ گھونٹ کا حکم آیا یعنی خَمْسٌ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ — کی آیت اتری جو قرآن میں پڑھی جاتی ہے۔" (صحیح مسلم پ ۱۱۔ نسائی باب ۱۲)

مسلمانو! آج دنیا میں قرآن کے قدیم و جدید اربوں نسخے موجود ہیں۔ لاکھوں حافظ ہیں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ جس آیت کا ذکر اس روایت میں کیا گیا ہے کہیں کسی حافظ کو یاد ہو یا قرآن کے کسی نسخے میں لکھی ہوئی موجود ہو۔ روایت پرستو! اٹھو تم ہی مسلم اور نسائی کی لاج رکھ لو۔ یہ تمہاری صحاح ستہ میں سے ہیں۔ "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" اچھا اور سنئے۔

رضاع الکبیر اور رجم کی آیات بکری کھا گئی

ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی طرف یہ جھوٹی روایت منسوب کی گئی ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے فرمایا۔

"آیۂ رجم اور آیۂ رضاع الکبیر میرے تخت کے نیچے ایک صحیفے میں تھیں جب حضورؐ نے رحلت فرمائی اور ہم اس حادثہ فاجعہ کے انتظام میں مشغول ہوئے تو گھر کی پالتو بکری آئی اور یہ صحیفہ کھا گئی۔" (سنن ابن ماجہ باب رضاع الکبیر)

ہم نے دانستہ شیعوں کی روایات حذف کی ہیں اگر ان کو بھی لیا جائے تو وہاں بھی ایک بکری ہے جو حضرت عثمانؓ کی پالتو ہے اور آخری دس پارے کھا جاتی ہے مگر یہ تو سنیوں کی بکری تھی جو دو آیتیں ہی نگل سکی۔

آیۂ رجم

آیۂ رجم کے متعلق آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ یہ وہ آیت ہے جو حضرت عمرؓ نے کہہ گئے تھے لیکن چونکہ ان کا کوئی گواہ نہ تھا اس لئے یہ آیت نہ لکھی گئی۔ ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ یہ آیت ایک صحیفہ پر لکھی ہوئی تخت کے نیچے رکھی تھی اور بکری نے کھالی تھی۔ اب ہم ذرا وضاحت سے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے تو وہ روایت دیکھئے جس میں حضرت عمرؓ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی آیت تھی۔

"حضرت عمرؓ نے فرمایا یقیناً خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی جس میں آیۂ رجم بھی شامل تھی۔ پس خدا کے حکم کے مطابق حضورؐ نے بھی سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا اور کتاب اللہ میں سنگسار کیا جانا زانی کی سزا ہے۔ آیۂ رجم یوں ہے۔ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔" (متفق علیہ)

غرضیکہ یہ ہے وہ آیۂ رجم جس کے متعلق حضرت عمرؓ فاروق سے یہ جھوٹی روایت منسوب کی جاتی ہے کہ وہ اسے قرآن حکیم کی آیت قرار دیتے تھے اور اسی روایت پر شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

قرآن اور زنا کی سزا

زنا کی سزا کے سلسلے میں قرآن حکیم سے بنصِ صریح ثابت ہے کہ ہر زانی کو سو کوڑے مارے جائیں۔ خدائے قدوس کا ارشاد ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۝ (زانیہ اور زانی میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو) یہاں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ ہر زنا کے مرتکب کی یہ سزا بتائی گئی ہے۔ چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ مگر روایت پرست کہتے ہیں کہ قرآن کا حکم صرف کنواروں کے لئے ہے شادی شدہ کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ مگر قرآن کسی کی باطل تاویلات کے لئے گنجائش کہاں چھوڑتا ہے؟

سورۃ نساء میں ہے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۝ (۴/۲۵)

پھر جب لونڈیاں نکاح میں لائی جائیں تو اگر وہ زنا کا ارتکاب کریں تو ان کے لئے آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی سزا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لونڈیاں اگر شادی شدہ ہوں اور زنا کی مرتکب ہوں تو انہیں آزاد شادی شدہ عورتوں سے نصف سزا دی جائے۔ سو کوڑوں کا نصف تو پچاس کوڑے ہوئے مگر رجم کا نصف کیا ہوگا۔ کیا روایت پرست تشریح کر سکتے ہیں؟

الشیخ والشیخۃ کا مفہوم

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آیۂ رجم ہے "الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما الخ۔" اس کے معنی کئے جاتے ہیں "شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے۔" عربی کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ "شیخ" کے معنی شادی شدہ دنیا کی کسی لغت میں نہیں۔ عربی میں تو پچاس سال سے اوپر کے آدمی کو شیخ کہتے ہیں۔ قرآن بھی شیخ کا لفظ بہت بوڑھے اور از کار رفتہ آدمی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دیکھئے جب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اسحٰقؑ کی بشارت ملتی ہے تو وہ حیران ہو کر کہتی ہیں۔

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۝ (۱۱/۷۲)

میں جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ "شیخ" اس عمر کے آدمی کو کہتے ہیں جس سے توالد و تناسل بظاہر ناامیدی ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بوڑھی عورت کے لئے الشیخۃ نہیں بلکہ "عجوز" استعمال ہوتا ہے۔ الشیخۃ قطعی غیر فصیح لفظ ہے۔

جو لوگ اسے قرآن کی آیت قرار دیتے ہیں وہ سوچیں تو سہی کہ کیا قرآن شادی شدہ جوڑے کے لئے ایسے الفاظ

استعمال کر سکتا ہے جس سے عربی دان طبقہ واقف نہ ہو اور پھر حضرت عمرؓ پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ وہ شیخ کو شادی شدہ کے معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کے روایت پرستوں کو چیلنج ہے کہ کسی لغت میں شیخ کا وہ مفہوم دکھا دیں جو یہ لوگ لیا کرتے ہیں۔

ناسخ منسوخ کی مختصر بحث

روایت پرستوں کا یہ بھی نظریہ ہے کہ قرآن کے بعض احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ نسخ کا مسئلہ ہم بالتفصیل مقدمہ تفسیر القرآن میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف اتنا بتاتے ہیں کہ ہمارے علمائے کرام کہتے ہیں یہ آیت تلاوت میں تو منسوخ ہو چکی ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔

حنفیو! خدا لگتی کہو

درسِ نظامی میں نور الانوار ابتدائی کتاب ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ آیۂ رجم قرآن کی آیت تھی وہ تلاوت میں منسوخ ہو گئی یعنی قرآن حکیم سے خارج کر دی گئی مگر اس کا حکم باقی ہے۔ حنفی علماء یہی کتاب پڑھتے ہیں اور اسی بات پر ان کا ایمان ہے کہ یہ آیت قرآن سے حذف ہو گئی۔ آپ کے علماء کا یہی عقیدہ ان سے پوچھئے اور پھر ان سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ جو شخص قرآن میں کمی بیشی مانے اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ بلکہ میں خود علمائے کرام سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ قرآن میں تحریف کے قائل نہیں؟ اللہ کو گواہ بنا کر کہیے کہ کیا آپ کا یہی عقیدہ نہیں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب کی ہے؟ اور ہاں کیا آپ اس بات کی کوئی صحیح تاویل پیش کر سکتے ہیں کہ جس آیت کا حکم باقی ہو اسے تلاوت میں منسوخ کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

اس بحث کو یہیں ختم کر کے ہم پھر موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ یہ پڑھ رہے تھے کہ روایات کے قرآن میں کمی بیشی ہو گئی ہے اس موضوع پر ایک اور روایت پیش کر کے ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

قرآن کی دو سورتیں ناپید ہیں (معاذ اللہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بصرہ کے پانچ سو قاریانِ قرآن کی جماعت سے کہا ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے جسے ہم طوالت و وقت کے لحاظ سے سورہ براۃ سے متشابہ کرتے تھے۔ وہ سورت بھلا دی گئی فقط یہ الفاظ یاد ہیں تو کلتم الخ اور ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے جسے ہم سورۂ تسبیحات سے مشابہ کرتے تھے وہ بھی یاد نہیں رہی فقط یہ الفاظ یاد ہیں "یا ایہا الذین الخ" یہ (صحیح مسلم)

قرآن کے بعض الفاظ کا مفہوم صحابہؓ کو بھی معلوم نہ تھا (معاذ اللہ)

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ عربی مبین میں نازل ہوا اور وہ بھی اس لئے کہ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (یعنی اسے تم سمجھو) کیا آپ یہ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ قرآن کا کوئی لفظ ہو اور صحابہؓ کرام اس کے معانی نہ جانتے ہوں لیکن ان روایات کو دیکھئے۔

"ابراہیم التیمی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق سے آیہ کریمہ وَفَاکِہَۃً وَّاَبًّا کے معانی

دریافت کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ میں کس آسمان کے نیچے اور کس زمین پر رہوں گا اگر میں کتاب اللہ میں وہ بات کہہ دوں جس کا مجھے علم نہیں" (کتاب الفضائل لابی عبید)

یہاں آپ نے دیکھا کہ فاکھہ اور اَبّ کے معانی معاذ اللہ حضرت صدیقؓ کو معلوم نہ تھے اب اور سنئے۔

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے برسرِ منبر فاکھۃ وابا پڑھا اور فرمایا اس "فاکھۃ" کو تو ہم جانتے ہیں مگر "ابّا" کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی سوال کا جواب دیا۔ اے عمرؓ اس بات کا دریافت کرنا سخت مشکل اور دشوار ہے" (کتاب الفضائل۔ الاتقان)

لیجئے حضرت عمرؓ کو فاکھۃ کے معانی تو معلوم ہو گئے مگر اَبّا پھر بھی ان کی سمجھ سے بالاتر رہا۔ نعوذ باللہ ہم ان دو لفظوں کے معانی بیان کر کے اور روایات پیش کرتے ہیں۔

فاکھۃ (اسم) عربی کا کوئی سا لغت اٹھا کر دیکھ لیجئے فاکھۃ کے معنی "ہر قسم کا پھل" لکھے ملیں گے۔

اَبّا کے معنی ہیں تر و تازہ اور شاداب گھاس۔ یہ اَبَّ، یَؤُبُّ، اَبًّا (باب نصر) سے ہے جس کے معنی ہیں نمودار ہونا، ظاہر ہونا۔ ہر لغت میں یہی معانی ہیں تو پھر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جن کا شمار مشہور خطیبوں میں ہوتا تھا اور حضرت عمرؓ فاروق جنہیں لسانِ قریش کہا گیا ہے وہ ان کے معانی سے ناواقف ہوں۔

اب اور روایات سنئے۔

"سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے حنانًا[1] کے معنی حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کئے تھے انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تھا" (ابن جریر۔ الاتقان۔ کتاب الفضائل)

عکرمہ روایت کرتے ہیں۔

"حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "واللہ میں نہیں جانتا کہ حنانًا کے معنی کیا ہیں" (ابن جریر۔ الاتقان)

انہی عکرمہ سے روایت ہے کہ

"حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں تمام قرآن کو سمجھتا ہوں مگر غسلین[2]۔ حنانًا، اوّاہ[3]، الرقیم[4] کے معنی مجھے معلوم نہیں" (ابن جریر۔ الاتقان)

مجاہد سے روایت ہے کہ

---

[1] حنانًا (۱۹/۱۳) کے معنی ہیں رقت القلب۔ سوز و گداز۔ عربی میں عام مستعمل ہے۔ (سیقی)

[2] غسلین (۶۹/۳۶) کے معنی ہیں انتہائی گرم [3] اوّاہ (۹/۱۱۴) رحمدل۔ غم خوار۔ [4] الرقیم (۱۸/۹)۔ مشہور شہر ہے جسے توریت میں راقیم کہا گیا ہے بعد میں اس کا نام پیٹرا مشہور ہوا۔ خلیج عقبہ کی شمالی سطح مرتفع پر واقع تھا۔ (سیقی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ غسلین کے کیا معنی ہیں؟ مگر میرا خیال ہے کہ وہ زقوم (تھوہر) ہے۔۔ (ابن جریر۔ الاتقان۔ کتاب الفضائل)

ایک عیسائی کے اعتراض کا حضورؐ بھی صحیح جواب نہ دے سکے (معاذ اللہ)

قرآن حکیم میں حضرت مریمؑ کے متعلق کہا گیا ہے یَا اُخْتَ هَارُوْنَ عام طور پر اس کے معنی کئے جاتے ہیں (اے ہارونؑ کی بہن) ان معانی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے صرف ایک ہارونؑ کا ذکر کیا ہے جو موسیٰؑ کے بھائی تھے اور وہ حضرت مریمؑ سے سینکڑوں سال پہلے گزر چکے تھے۔ قرآن کے انداز سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ اپنے والدین کی پہلوٹھی لڑکی تھیں اور ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا باپ فوت ہو چکا تھا۔ کسی جگہ بھی یہ بیان نہیں آیا کہ ان کا کوئی بھائی ہارون نام کا ہو۔ تو پھر اسے اُخت ہارونؑ کہنا کیونکر جائز ہے۔ اصل میں یہ اعتراض وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عرب کے ماحول سے ناواقف ہیں اور عربی ادب پر بھی پورا عبور نہیں رکھتے ورنہ وہ اتنی بات جانتے ہوئے کہ اہل عرب جب بنی کلاب کے کسی فرد کو پکارتے ہیں تو کہتے ہیں یا اخا کلاب (اے کلاب کے بھائی) اسی طرح جس قبیلہ کے فرد کو بھی پکارا جائے یونہی پکارا جاتا ہے۔ "یا اخا تمیم" عورتوں کو پکارنے کے لئے اخت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے "یا اخت حازم" وغیرہ۔ چونکہ حضرت مریمؑ بھی حضرت ہارون کے قبیلہ سے تھیں اس لئے کہا گیا "یا اخت ہارون" اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں تھی مگر دیکھئے کہ حضورؐ کی طرف اس اعتراض کے جواب میں کیا جواب منسوب کیا گیا ہے جو عربیت سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے روایات سنئے۔

"مغیرہ بن شعبہ سے کہتے ہیں کہ جب میں نجران میں آیا تو وہاں کے لوگوں نے (عیسائیوں نے) مجھ پر اعتراض کیا کہ تم سورۂ مریم میں پڑھتے ہو "یا اخت ہارونؑ" گویا حضرت مریمؑ کو ہارونؑ کی بہن کہتے ہو حالانکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے اور حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام سے اتنی مدت پہلے تھے پھر مریم ان کی بہن کیوں کر ہو سکتی ہیں؟ جب میں رسولِ خدا صلعم کے پاس آیا تو میں نے ان سے پوچھا آپؐ نے فرمایا یہ وہ ہارون نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ بلکہ بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ پیغمبروں اور نیکوں کے نام پر نام رکھتے تھے" (صحیح مسلم)

دیکھئے ان روایات سے گویا ہمارے روایت پرست یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کے الفاظ کے معانی صحابہ کرامؓ کو بھی نہیں آتے تھے بلکہ بعض مقامات تو خود صاحبِ قرآن جناب سرورِ کائنات صلعم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے (معاذ اللہ) عرب کا تو ہر آدمی اخت ہارونؑ کا مفہوم سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ عجمیوں کی روایات کو اپنا رہنما نہ بنائے۔

تکملہ اس مضمون میں اکثر حوالجات امام ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کے ہیں۔ ہم نے کہیں حاشیہ میں وعدہ کیا تھا کہ ان کا اور ان کی کتاب کا تعارف کرایا جائے گا۔ یہ فصل اسی وعدہ کے ایفا کے لئے قلمبند کی جا رہی ہے۔

کتاب المصاحف کا اجمالی تعارف

مشہور محدث امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد جو صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے ان کی ہی تالیف ہے۔ کتاب المصاحف کے مؤلف ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد انہی کے فرزند ہیں۔ ان کا سالِ پیدائش ۲۳۰ھ اور سالِ وفات ۳۱۶ھ بیان کیا جاتا ہے۔ امام ابن الجزری نے لکھا ہے کہ وہ بڑے ثقہ اور معتبر آدمی ہیں۔ کتاب المغنی میں ہے کہ اکثر محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ بغداد میں امام عراق کے نام سے مشہور تھے۔ عوام اور خواص میں ان کا بے حد احترام تھا بغداد کی جامع مسجد میں سلطانِ وقت نے ان کے لئے ایک منبر نصب کرایا تھا جس پر بیٹھ کر احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ عراق کے عامہ مشائخ نے ان سے احادیث سنیں اور لکھیں مگر لکھنے والوں میں سے کوئی بھی ان کے مرتبہ عظمیٰ تک نہ پہنچ سکا۔ ابن شاہین کا بیان ہے کہ وہ حافظ حدیث تھے۔ نابینا ہو گئے تو منبر پر بیٹھ جاتے تھے نچلے درجے پر ان کے صاحبزادے ابو معمر ہاتھ میں کتاب لیکر بیٹھ جاتے اور بتاتے فلاں حدیث اور ابن داؤد محض اپنے حافظے کے بل بوتے پر احادیث بیان کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مشہور محدث عمرو بن اللیث کے زمانہ میں سجستان گئے تو آس پاس کے محدثین جمع ہو کر ان کے پاس آئے۔ اور احادیث بیان کرنے کو کہا انہوں نے بہت انکار کیا کہ "میرے پاس کتاب نہیں" مگر لوگوں نے کہا کہ امام داؤد کا بیٹا کتاب کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے لوگوں کے بے حد اصرار کے باعث انہیں اپنے حافظے سے احادیث بیان کرنا پڑیں۔ جب یہ بغداد واپس آئے اہل بغداد کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو بعض ہمعصروں نے چشمک کے باعث کہا "یہ سجستانیوں سے مذاق کر آئے ہیں" کچھ کاتب سجستان بھیجے گئے وہ وہاں سے ان کی سنائی ہوئی احادیث نقل کر لائے تو بغداد کے حفاظِ حدیث نے صرف چھ احادیث میں ان کی تغلیط کی۔

کتاب المصاحف چھپ چکی ہے

یہی وہ بہت بڑے محدث ہیں جنہوں نے کتاب المصاحف قلمبند فرما کر روایت پرستوں کی دنیا پر بہت بڑا احسان کیا ہے اس کتاب میں جو کچھ ہے اس کا معتدبہ حصہ ہم نقل کر چکے ہیں اس کتاب ہی کا کرشمہ ہے کہ توریت و انجیل کے علمبرداروں کو قرآن پر طعن کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ہے۔ چنانچہ آرتھر جیفرے (ARTHUR JEFFERY) نے ایک کتاب لکھی ہے۔

(MATERIALS FOR THE HISTORY OF THE TEXT OF THE QURAN)

جس میں کتاب المصاحف کی روایات کو جمع کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے مصنف مذکور نے کتاب المصاحف بھی شائع کرادی ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ متعصب عیسائی نے اپنی طرف سے یہ روایات جمع کر لی ہیں۔

یہ ہے کتاب المصاحف اور یہ ہے اس کی اشاعت کا سبب۔ آپ کے اس ثقہ محدث نے غیر مسلموں کو یہ مواد فراہم کیا ہے کہ آج وہ سر اٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ قرآن غیر محفوظ ہے۔

عیسائیت کیوں ترقی کر رہی ہے؟

عیسائی مشنریوں نے مشرق وسطیٰ میں اپنی تبلیغ سے اس قدر اثر پیدا کیا ہے کہ ایک ہی سال میں سینکڑوں مسلمان عیسائیت کی گود میں چلے جاتے ہیں آخر کیوں؟ کیا عیسائیت کوئی ایسا مذہب ہے جو عقل کو اپیل کر سکے؟ کیا عیسائی مسلمانوں کو عیسائی بنا کر انہیں مال و دولت کے ڈھیر بخش دیتے ہیں؟ نہیں کچھ بھی نہیں؟ پھر آخر عیسائیت کی ترقی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل خط میں ملے گا۔ جو لبنان کے ایک نوجوان عبد اللہ مسیح نے مجھے لکھا ہے جو پہلے مسلمان تھا پھر عیسائی ہو گیا۔ عرصہ تک عیسائی رہا۔ اسی اثنا میں اس نے میری ضخیم کتاب مقدمہ تفسیر القرآن دیکھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا دل منور ہو گیا۔ اور وہ پھر مسیحیت سے توبہ کر کے اسلام کے آغوشِ رحمت میں آ گیا اس کے مسلمان ہونے کی توثیق شیخ لبنان ساعد المسعدی نے بھی کی۔ خط کا متن یہ ہے۔

" بدنصیب عبد اللہ لبنانی کی طرف سے شیخ الاسلام علامۂ عصر حضرت السید احمد السیفی کی خدمت میں۔

السلام علیکم یا شیخ

میں ایک بدقسمت نوجوان ہوں جسے تلاشِ حق کے سلسلہ میں مختلف راہوں سے گزرنا پڑا۔ چند سال ہونے کو آئے میں عیسائی ہو گیا۔ میرے عیسائی ہونے کی داستان دردناک ہونے کے ساتھ ساتھ عجیب بھی ہے۔ اللہ عالم الغیب گواہ ہے کہ میں کسی دنیوی مال و دولت کے لئے عیسائی نہیں ہوا تھا سب سے پہلے مجھے مسیحیت کی طرف ترغیب تو اس بات سے ہوئی کہ ہماری مسجد کا مولوی جمعہ کی تقریروں میں ہمیں تلقین کرتا۔ رہتا تھا کہ عیسائیوں کی کتابیں نہ پڑھو۔ انسان کے دل میں تجسس کا مادہ فطری ہے جس چیز سے اسے منع کیا جاتا ہے یہ ادھر لپکنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر مخالفت اگر ٹھوس عقلی بنیادوں پر ہو تو بھی ایک بات ہے اگر محض مخالفت کے لئے دوسروں پر گندگی اچھالی جائے تو سننے والوں کے دلوں میں الٹا یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دیکھ تو لیں آخر اس لٹریچر میں ہے کیا جس کے باعث اتنی سختی سے منع کیا جا رہا ہے چنانچہ میں نے عیسائیوں کی کتابیں دیکھنی شروع کیں، ایک کتاب تھی (HISTORY OF THE QURAN) اس میں ایسی احادیث درج کی گئیں تھیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ قرآن میں تحریف لفظی ہو گئی ہے۔ مختلف زمانوں میں قرآن کے نسخے مختلف رہے ہیں۔ یہ کتاب پڑھ کر دل میں خلش پیدا ہوئی۔ میں نے اپنے دوست ابن الثابت کو یہ کتاب دکھائی اس نے بھی پڑھی ہم نے اپنی حدیث کی کتابوں سے اس کے حوالے ملائے بالکل درست تھے قرآن بالکل مشکوک ہو گیا تھا۔ میرے دوست تو دہریے ہو گئے اور میں عیسائی ہو گیا۔ جب بخاری و مسلم جیسے اکابر محدثین بھی قرآن کے متعلق ایسے اعتقادات رکھتے تھے تو ہم کیوں نہ سمجھتے کہ قرآن مشکوک ہے؟ عرصے تک میں عیسائی رہا ایک روز ایک صاحب ابو بکر اللیث ہمارے پادری ایف۔ جی۔ بڈ سے ملنے آئے۔ میں ابو بکر اللیث کو عرصے سے جانتا ہوں وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر مسلمان انہیں کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے یہاں منکرِ حدیث مشہور ہیں۔ انہوں نے پادری سے ادھر ادھر کی دو باتیں کیں اور پھر ایک موٹی سی کتاب انہیں دے کر

چلے گئے۔ پادری نے بڑی بے نیازی سے اس کتاب کے ورق الٹے پلٹے اور پھر رکھ دی۔ میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں یہ کتاب پڑھ لوں۔ انہوں نے بخوشی وہ کتاب مجھے دے دی۔ اور کہا جہاں اپنے عقیدہ پر کوئی چوٹ آئے مجھے دکھا دینا۔ میں کتاب گھر لے گیا۔ آپ کی کتاب مقدمہ تفسیر القرآن تھی میں نے سب سے پہلے اس کا وہ باب دیکھا جس میں دنیا بھر کے مذاہب کی کتابوں کو محرف ثابت کیا گیا ہے اور قرآن کو محفوظ ثابت کیا گیا ہے۔ میری آنکھیں کھلیں۔ میں نے بار بار یہ باب پڑھا۔ اس کے حوالے کتابوں میں دیکھے اور پھر ابو بکر اللیث سے مل کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا انہوں نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں معمول سے زیادہ کھول لیں اور کہا "ٹھیک ہے کتاب کا مقصد حاصل ہو گیا۔ خدا مصنف کو تادیر سلامت رکھے۔" میں نے ان سے آپ کا پتہ حاصل کیا اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اب اللہ کے فضل سے میں مسلمان ہوں۔"

یہ خط آپ نے پڑھ لیا اب اندازہ کر لیجئے کہ آپ کی روایات "دین کی خدمت" کا کیسا اہم فریضہ ادا کر رہی ہیں؟

اہلِ دانش غور کریں

اے وہ لوگو! جو علم و بصیرت کو اپنا راہ نما جانتے ہو تم نے میرا یہ مضمون پڑھ لیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر روایات کو دین تسلیم کیا جائے تو قرآن مشکوک ٹھہرتا ہے اور اگر قرآن کو دین تسلیم کیا جائے تو روایات مشکوک ٹھہرتی ہیں اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ قرآن کو ماخذ مانو یا روایات کو۔ دونوں کو بیک وقت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ تم کہہ سکتے ہو اور تمہارے علمائے کرام بھی دبک کر یہی کہتے ہیں کہ ان روایات کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ جو قرآن کو مشکوک ٹھہراتی ہیں باقی روایات دین کا ماخذ ہیں مگر دوستو! غور کرو، آج اگر ایک شخص کہہ دے کہ قرآن کی فلاں آیت غلط ہے۔ قرآن کا اتنا حصہ ضائع ہو گیا۔ قرآن کی بعض آیات لکھنے سے رہ گئیں تو حیرت سے تمہارا منہ شرفاً و فزاً لمبا ہو جائے گا۔ اور پھر غصہ میں آ کر تم اسے مارنے دوڑو گے۔ تمہارے علماء بھی تمہاری پیٹھیں تھپکائیں گے کہ ایسے شخص کو قتل کر کے جنت خرید لو مگر تمہاری کتبِ روایات میں یہ سب کچھ بھرا ہوا ہے جن لوگوں نے اس قسم کی روایات کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا انہوں نے غلط سمجھتے ہوئے بھی ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے؟

ہم بھی جامعینِ روایت کا پورا احترام کرتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ کی کتابوں میں اور لوگوں نے ایسی روایات گھسیڑ دی ہیں۔ کیا قرآن میں تحریفِ لفظی ماننے سے یہ بہتر نہیں کہ کہا جائے ان کتابوں میں تحریفِ لفظی ہو گئی؟ مگر یہی کچھ بھی کہہ دیکھو، علمائے کرام تمہارا منہ نوچ لیں۔ ہاں یہ کہتے رہو کہ قرآن سے آیۂ رجم نکل گئی انہیں کوئی غصہ نہیں آئے گا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

طلوعِ اسلام

جمع قرآن کے سلسلے میں، اس سے پہلے بھی طلوعِ اسلام میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ بالخصوص نومبر ۱۹۵۲ء میں۔

اس میں ایک طویل مقالہ شائع ہوا تھا، جس کا عنوان تھا۔ "قرآن کریم روایات کے آئینے میں"۔ یہ مضمون بعد میں کتاب مقام حدیث میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اس میں علاوہ متعدد روایات کے کتاب المصاحف کے اکثر اقتباسات بھی دیئے گئے تھے۔ نیز مختلف مصاحف کے اختلافی مقامات بھی تفصیل سے درج کئے گئے تھے۔ اس سے پہلے، اگست ستمبر ۱۹۵۲ء کے مشترکہ طلوع اسلام میں، علامہ تمنا عمادی مدظلہ کا مبسوط مقالہ احادیث جمع القرآن کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ علامہ سیفی کا یہ مقالہ اسی سلسلہ مضامین کی ایک کڑی ہے۔ ہم اس عنوان پر اس قدر شرح وبسط سے لکھنا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام کے آخری اور مکمل دین ہونے کے دعوے کا مدار اس پر ہے کہ قرآن کریم حرفاً حرفاً وہی ہے جو خدا کی طرف سے نبی اکرم کو ملا اور جسے نبی اکرم نے مرتب شکل میں امت کو دیا۔ اگر یہ حقیقت مشکوک ہو جائے تو اسلام کے دین واحد و مکمل ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ چونکہ قرآن کے متعلق اس قسم کے شکوک ہماری کتب روایات سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے ان روایات کی تنقید از بس ناگزیر ہے۔ آپ طلوع اسلام میں شائع شدہ مقالہ "قرآن کریم روایات کے آئینے میں" اور علامہ سیفی صاحب کا زیر نظر مقالہ دیکھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان دونوں میں کس قدر توارد ہے۔ یہ اس لئے کہ دونوں کا منبع علم و یقین ایک ہی ہے ---- یعنی قرآن کریم۔

مفکرِ قرآن کی سالہا سال کی مسلسل کاوشِ فکر و بصیرت کا شاہکار

مفہوم القرآن

قرآنی حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے کا یہ دلنشیں اور بصیرت افروز سلسلہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان کے علمی حلقوں میں برابر مرکزِ توجہ بنتا جا رہا ہے۔ خدا کی آخری کتاب کے عالم آرا پیغام کو سمجھنے کے لئے اس سے پوری طرح استفادہ کیجئے۔

اسے ایک ایک پارہ کر کے شائع کیا جا رہا ہے اور اب تک ۱۸ پارے شائع ہو چکے ہیں۔
پہلے دس پارے یکجا طور پر مجلد بھی ملتے ہیں۔ پہلا پارہ ۳ روپے۔ (سستا ایڈیشن۔ ایک روپیہ)

ہر دوسرا پارہ ۲ روپے فی پارہ ---- دس پارے مجلد ---- ۲۳ روپے۔

ادارۂ طلوع اسلام ۲۵-بی۔ گلبرگ لاہور سے بھی مل سکتا ہے۔